جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلہ

لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
القرآن الحکیم ۶۵:۱۲

النور

اخاء ۱۳۸۴ ھش
اکتوبر ۲۰۰۵ء

شہیدانِ راہِ مولیٰ

موونگ ضلع منڈی بہاؤالدین

۷۔اکتوبر ۲۰۰۵ء

مونگ ضلع منڈی بہاؤالدین میں جماعت احمدیہ کی مسجد پر حملہ
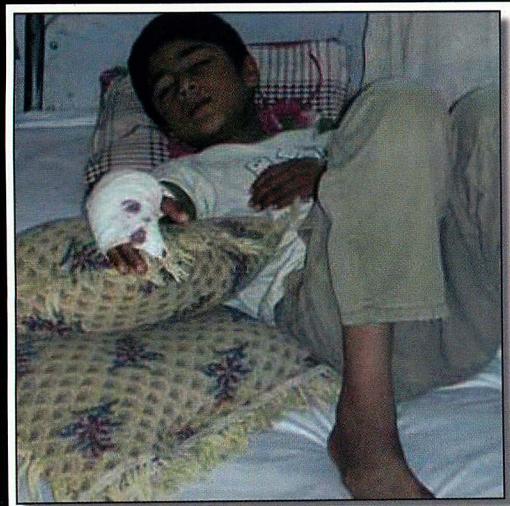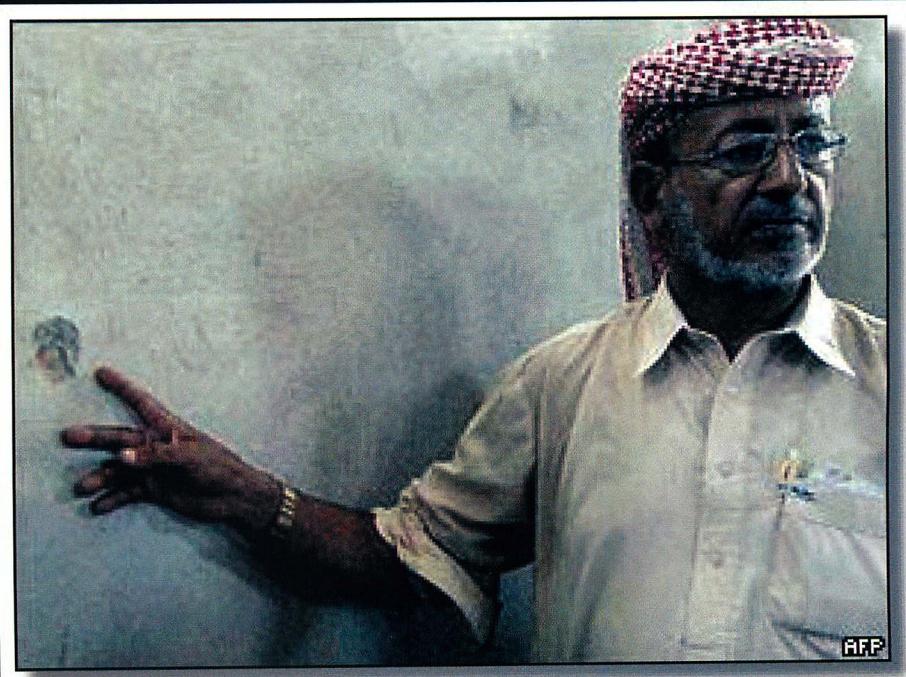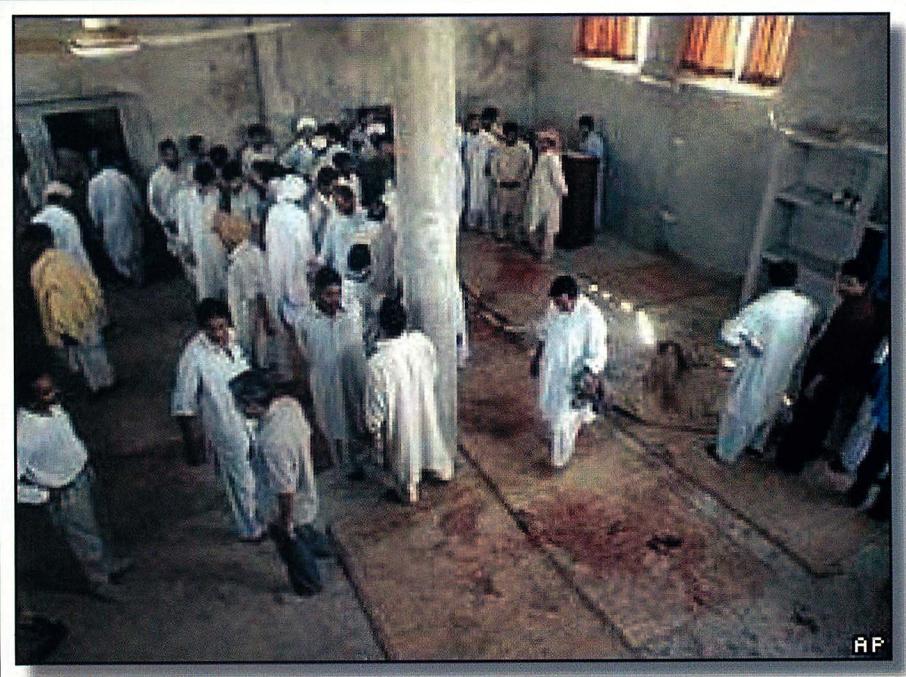
لِیُخۡرِجَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ

(القرآن 12:65)

النــــور

اکتوبر 2005

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیتی اور ادبی مجلّہ

اَنۡتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ ۚ تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّاَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ ۝

(یوسف:102)

یعنی اے میرے خدا تُو دنیا اور آخرت میں میرا متولی ہے مجھے اسلام پر وفات دے اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ ملا دے۔

لکھنے کا پتہ :

Editors Ahmadiyya Gazette

15000 Good Hope Road

Silver Spring, MD 20905

karimzirvi@yahoo.com

فہرس

قرآن کریم

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِھَا ط اُولٰٓئِکَ مَاکَانَ لَھُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْھَا اِلَّا خَآئِفِیْنَ لَھُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ O

(البقرۃ:115)

اوراس شخص سے بڑھ کرکون ظالم (ہوسکتا) ہے جس نے اللہ کی مساجد سے (لوگوں کو) روکا کہ اُن میں اس کا نام لیا جائے اوراُن کی ویرانی کے درپے ہوگیا۔ اِن (لوگوں) کے لئے مناسب نہ تھا کہ اُن (مساجد) کے اندر داخل ہوتے مگر (خدا سے) ڈرتے ہوئے اُن کے لئے دنیا میں (بھی) رسوائی ہے اور آخرت میں (بھی) اُن کے لئے بڑا عذاب (مقدّر) ہے۔

تفسیر: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص مساجد میں اللہ تعالیٰ کا نام نہ لینے دے اور اُسکی عبادت سے لوگوں کو روکے رکھے اور اس طرح اُن کو ویران کرنے کی کوشش کرے وہ سب سے زیادہ ظالم ہے۔ یہ کیسی اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے جو اسلام نے پیش کی ہے۔ اسے سامنے رکھ لو دنیا کا کوئی مذہب اسکے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا۔۔۔ اس آیت میں ان تمام قسم کی زیادتیوں اور تعدیوں کو جو ایک مذہب کے پیرو دوسرے مذاہب کے عبادت خانوں یا عبادات کے متعلق کرتے ہیں یک قلم موقوف کر دیا گیا ہے اور سب مذاہب کے پیروؤں کو اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ عبادت خانوں اور عبادتوں کے متعلق اپنے دلوں اور اپنے حوصلوں کو وسیع کریں کیونکہ ان کا موجودہ طریق عمل نہایت ظالمانہ اور جابرانہ ہے جس کا نتیجہ کبھی اچھا نہیں ہوسکتا۔۔۔ کیونکہ مساجد ایک ایسا مقام ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ پس ان کے بارے میں انسان کو ڈر کر کام کرنا چاہیئے اور آپس کے اختلافات کو اُن تک وسیع نہیں کرنا چاہیئے۔۔۔ اگر تمام اقوام اس بات پر عمل کرنے لگ جائیں تو تمام باہمی جھگڑے ختم ہو جائیں۔ مسلمانوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے اعمال پر غور کریں اور سوچیں کہ کیا وہ اس تعلیم پر پوری طرح عمل کرتے ہیں جو قرآن کریم دیتا ہے۔ اور جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تھا یا اس کے خلاف اپنے خود ساختہ اصول پر عمل کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ آیت غیر احمدیوں اور ہم میں ایک فیصلہ کُن آیت ہے۔ قرآن کریم میں مَنْ اَظْلَمُ کے الفاظ تین قسم کے لوگوں کے لئے آئے ہیں۔ اوّل جھوٹے مدعیانِ نبوّت کے لئے۔ دوم سچے نبی کو جھوٹا کہنے والے کیلئے۔ سوم مساجد میں عبادت الٰہی سے روکنے والوں کے متعلق جیسا کہ اس جگہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا بانی سلسلہ احمدیہ نے جھوٹا دعویٰ نبوّت کیا ہے یا غیر احمدی ایک سچے نبی کے منکر ہیں؟ بہر حال دونوں میں سے ایک مَنْ اَظْلَمُ میں ضرور شامل ہے اس سوال کو یہ تیسری آیت بالکل حل کر دیتی ہے۔ کیونکہ جہاں جماعت احمدیہ میں ایسی کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی کہ اس نے اپنی مساجد میں کسی کو عبادت کرنے سے روکا ہو وہاں مسلمانوں میں ایسی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں کہ انہوں نے جماعت احمدیہ کے افراد کو اپنی مسجدوں میں نمازیں پڑھنے سے روکا اور اُن پر سختیاں کیں۔ پس اس آیت نے ثابت کر دیا کہ بانی سلسلہ احمدیہ کے مخالفین اپنے عمل کے لحاظ سے اس گروہ میں شامل ہیں جس کے متعلق مَنْ اَظْلَمُ کے الفاظ آتے ہیں اور جو خدائی منشاء کے خلاف قدم اٹھاتے ہیں۔

اُولٰٓئِکَ مَاکَانَ لَھُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْھَا اِلَّا خَآئِفِیْنَ فرماتا ہے کہ کیسے تعجب کی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کا گھر ہو اور پھر یہ ذلیل لڑائیاں ہوں۔ حالانکہ اُن کے لئے یہ ہرگز مناسب نہ تھا کہ اس قسم کی ظالمانہ حرکت کرتے۔ یا ان کا کوئی حق نہ تھا کہ خدا تعالیٰ کے گھر میں عبادت کرنے سے لوگوں کو روکتے ان کو تو چاہیئے تھا کہ خدا تعالیٰ کے گھر جاتے وقت خوف سے اُن کا دل لرزتا اور اس قسم کے فسادات پر کمر بستہ نہ ہوتے۔ لَھُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ O چونکہ یہ لوگ ہمارے گھر کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہم بھی ان کے گھروں کو برباد کر دینگے اور یہ دُنیا میں بھی

" رُسوا ہونگے اور آخرت میں بھی انہیں عذابِ عظیم ملے گا۔ کیونکہ جنت خدا تعالیٰ کا گھر ہے جس کا ظلّ مسجد ہے۔ جب انہوں نے مسجدوں کو ویران کر دیا تو ان کو اگلے جہان میں کہاں امن میسّر آ سکتا ہے۔ اس آیت میں ان لوگوں کے لئے جو عبادت گاہوں میں خدا تعالیٰ کا نام بلند کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں دو سزاؤں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ انہیں دنیا میں ذلّت نصیب ہوگی اور دوسرے آخرت میں انہیں سخت سزا ملے گی۔ ذلّت کی سزا اس لحاظ سے تجویز کی گئی ہے کہ مساجد اور معابد بنانے کی صرف ایک ہی غرض ہوتی ہے اور وہ یہ کہ ان میں خدا تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔ پس جو شخص ان میں لوگوں کو خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے سے روکتا ہے وہ دنیا کی نگاہ میں اپنے لئے ذلّت اور رسوائی کے سامان پیدا کرتا ہے جو اس فعل کی ایک طبعی سزا ہے۔ یہ الفاظ مشرکینِ مکّہ کے متعلق ایک عظیم الشان پیشگوئی پر بھی مشتمل ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو کعبہ میں داخل ہونے سے روکا اور آخر جب مکہ فتح ہوا تو انہیں ذلت اور رسوائی کے عذاب سے دوچار ہونا پڑا۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○

(البقرة:155)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اُن کے متعلق (یہ) مت کہو کہ وہ مردہ ہیں۔

(وہ مردہ) نہیں بلکہ زندہ ہیں مگر تم نہیں سمجھتے۔

تفسیر: اس آیت میں خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو اس لئے زندہ کہا گیا ہے کہ اہلِ عرب میں یہ رواج تھا کہ جو لوگ مارے جائیں اور اُن کا بدلہ لے لیا جائے اُن کے لئے تو وہ اَحْیَآء کا لفظ استعمال کرتے تھے اور اُن کو زندہ کہتے تھے لیکن جن مقتولوں کا بدلہ نہ لیا جائے وہ انہیں اَمْوَات یعنی مردے کہا کرتے تھے۔۔۔ شہید کو ایک اعلیٰ حیات مرنے کے بعد ہی مل جاتی ہے جبکہ دوسرے لوگوں کو عرصہ تک ایک درمیانی حالت میں رہنا پڑتا ہے۔ بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شہید تین دن کے اندر اندر زندہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کمال کو حاصل کر لیتا ہے جسے دوسرا شخص ایک لمبے عرصے میں حاصل کرتا ہے۔ پس فرماتا ہے ان لوگوں نے مر کر فوراً وہ زندگی حاصل کر لی ہے جس میں رُوح کو کمال حاصل ہو جاتا ہے۔۔۔ اس آیت میں شہید کو زندہ قرار دینے کی ایک یہ بھی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے میں مومن کو صرف یہی خدشہ ہوتا ہے کہ اگر میں مر گیا تو اعمال صالحہ سے محروم رہ جاؤں گا۔ مثلاً ایک شخص کی عمر چالیس سال ہے۔ اگر ساٹھ سال تک وہ اور زندہ رہتا تو اس عرصہ میں وہ اور بہت سی نیکیاں کر سکتا تھا۔ پس موت کے راستہ میں صرف یہی ایک خیال اس کیلئے روک بن سکتا ہے ورنہ اگر وہ صحیح طور پر آخرت کو مقدّم کرتا ہے تو کوئی دنیوی خیال اس کے راستہ میں روک بن ہی نہیں سکتا۔۔۔ شہید کے اعمال کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ وہ زندہ ہے اور اس کے اعمال ہمیشہ بڑھتے رہتے ہیں۔ اس نے خدا کے لئے اپنی جان قربان کر دی اور خدا نے نہ چاہا کہ اُس کے اعمال ختم ہو جائیں۔ کوئی دن نہیں گزرتا کہ تم نمازیں پڑھو اور اُن کا ثواب تمہارے نام لکھا جائے اور شہید ان سے محروم رہے۔ کوئی رمضان نہیں گزرتا کہ تم اُسکے روزے رکھو اور اُن کا ثواب تمہارے نام لکھا جائے اور شہید اس سے محروم رہے۔ کوئی حج نہیں کہ تم تکلیف اٹھا کر اس کا ثواب حاصل کرو اور شہید اس ثواب سے محروم رہے۔ غرض وہ لوگ وہی برکتیں حاصل کر رہے ہیں جو تم کر رہے ہو۔ اور اس طرح خدا تعالےٰ کے قرب میں بڑھتے جا رہے ہیں جس طرح تم بڑھتے جا رہے ہو۔۔۔ اسی طرح جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قربان ہوتا ہے تو اس کا خون رائیگاں نہیں جاتا بلکہ اُس کی جگہ اللہ تعالیٰ ایک قوم لاتا اور اپنے سلسلہ میں داخل کرتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں تم انہیں مردہ مت کہو کیونکہ وہ زندہ ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کو زندہ اسلئے بھی کہا ہے کہ جب ایک شخص کی جگہ دس کھڑے ہو گئے تو وہ مرا کہاں؟ اسی طرح کوئی قوم زندہ نہیں ہو سکتی جب تک اُسکے افراد جانوں کو ایک بے حقیقت شئے سمجھ کو اُسے قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار نہ ہوں۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد اول اور دوم صفحات 287-293'130-134)

حدیث

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَتَدْرُوْنَ مَنِ الْمُفْلِسُ؟ قَالُوْا: اَلْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَادِرْھَمَ لَہٗ وَلَامَتَاعَ، فَقَالَ: اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِصَلٰوۃٍ ھٰذَا وَاَکَلَ مَالَ ھٰذَا وَسَفَکَ دَمَ ھٰذَا وَضَرَبَ ھٰذَا فَیُعْطٰی ھٰذَا مِنْ حَسَنَاتِہٖ وَھٰذَا مِنْ حَسَنَاتِہٖ، فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُہٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَاعَلَیْہِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاھُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْہِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ.

(مسلم کتاب لبر و الصلة بابتحریم الظلم)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ ہم نے عرض کیا جس کے پاس نہ روپیہ ہو نہ سامان۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ جیسے اعمال لے کر آئے گا لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی کسی کا مال کھایا ہوگا۔ اور کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا یا کسی کو مارا ہوگا۔ پس ان مظلوموں کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی یہاں تک کہ اگر ان کے حقوق ادا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان کے گناہ اس کے ذمہ ڈال دیئے جائیں گے۔ اور اس طرح جنت کی بجائے اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ یہی شخص دراصل مفلس ہے۔

عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِیَّاکُمْ وَالظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَھْلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حَمَلَھُمْ عَلٰی اَنْ سَفَکُوْا دِمَآئَھُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَھُمْ.

(مسند احمد صفحہ 323/3)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکیاں بن کر سامنے آئے گا۔ حرص، بخل اور کینہ سے بچو کیونکہ حرص، بخل اور کینہ نے پہلوں کو ہلاک کیا، اس نے ان کو خونریزی پر آمادہ کیا اور ان سے قابلِ احترام چیزوں کی بے حرمتی کروائی۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''خدا نے بعض افراد اس جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے''

حضرت مسیح موعودؑ صاحبزادہ مولوی عبداللطیف مرحوم کی شہادت سے قبل گرفتاری کا واقعہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

جب گھر میں تھے اور ابھی گرفتار نہیں ہوئے تھے اور نہ اس واقعہ کی کچھ خبر تھی اپنے دونوں ہاتھوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے میرے ہاتھو! کیا تم ہتھکڑیوں کی برداشت کر لو گے۔ ان کے گھر کے لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا بات آپ کے منہ سے نکلی ہے تب فرمایا کہ نماز عصر کے بعد تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ کیا بات ہے۔ تب نمازِ عصر کے بعد حاکم کے سپاہی آئے اور گرفتار کر لیا۔ اور گھر کے لوگوں کو انہوں نے نصیحت کی کہ میں جاتا ہوں اور دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم کوئی دوسری راہ اختیار کرو۔ جس ایمان اور عقیدہ پر میں ہوں چاہئیے کہ وہی تمہارا ایمان اور عقیدہ ہو۔ اور گرفتاری کے بعد راہ میں چلتے وقت کہا کہ میں اس مجمع کا نوشاہ ہوں۔ بحث کے وقت علماء نے پوچھا کہ تو اس قادیانی شخص کے حق میں کیا کہتا ہے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ تو مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ہم نے اس شخص کو دیکھا ہے اور اس کے امور میں بہت غور کی ہے اس کی مانند زمین پر کوئی موجود نہیں اور بیشک اور بلا شبہ وہ مسیح موعود ہے اور وہ مردوں کو زندہ کر رہا ہے۔ تب ملانوں نے شور کر کے کہا کہ وہ کافر اور تو بھی کافر ہے اور اُن کو امیر کی طرف سے بحالت نہ توبہ کرنے کے سنگسار کرنے کے لئے دھمکی دی گئی۔ اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اب میں مروں گا تب یہ آیت پڑھی:

رَبّنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ ط انک انت الوھاب۔

(آل عمران:9)

یعنی اے ہمارے خدا ہمارے دل کو لغزش سے بچا اور بعد اس کے جو تُو نے ہدایت دی ہمیں پھسلنے سے محفوظ رکھ اور اپنے پاس سے ہمیں رحمت عنایت کر کیونکہ ہر ایک رحمت کو تُو ہی بخشتا ہے۔

پھر جب ان کو سنگسار کرنے لگے تو یہ آیت پڑھی:

انت ولیّ فی الدنیا والاٰخرۃ توفّنی مسلما والحقنی بالصالحین۔

(یوسف:102)

یعنی اے میرے خدا تُو دنیا اور آخرت میں میرا متولی ہے مجھے اسلام پر وفات دے اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ ملا دے۔

پھر بعد اس کے پتھر چلائے گئے اور حضرت مرحوم کو شہید کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡن. اور صبح ہوتے ہی کابل میں ہیضہ پھوٹ پڑا اور نصر اللہ

خان حقیقی بھائی امیر حبیب اللہ خان کا جو اصل سبب اس خونریزی کا تھا اُسکے گھر میں ہیضہ پھوٹا اور اُسکی بیوی اور بچہ فوت ہو گیا اور چار سو کے قریب ہر روز آدمی مرتا تھا اور شہادت کی رات آسمان سُرخ ہو گیا اور اس سے پہلے مولوی صاحب فرماتے تھے کہ مجھے بار بار الہام ہوتا ہے:

اذھب الیٰ فرعون انی معک اسمع واریٰ و انت محمد معنبر معطر

اور فرمایا کہ مجھے الہام ہوتا ہے کہ:

آسمان شور کر رہا ہے اور زمین اُس شخص کی طرح کانپ رہی ہے جو تپ لرزہ میں گرفتار ہو۔ دُنیا اس کو نہیں جانتی یہ امر ہونیوالا ہے اور فرمایا کہ مجھے ہر وقت الہام ہوتا ہے کہ اس راہ میں اپنا سر دے اور دریغ نہ کر کہ خدا نے کابل کی زمین کی بھلائی کے لئے یہی چاہا ہے۔

صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف مرحوم کا اس بے رحمی سے مارا جانا اگرچہ ایسا امر ہے کہ اس کے سننے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے (وما رئینا ظلمًا اغیظ من ھٰذا) لیکن اس خون میں بہت برکات ہیں کہ بعد میں ظاہر ہوں گے۔ اور کابل کی زمین دیکھ لے گی کہ یہ خون کیسے کیسے پھل لائیگا۔ یہ خون کبھی ضائع نہیں جائے گا۔ پہلے اس سے غریب عبد الرحمٰن میری جماعت کا ظلم سے مارا گیا۔ اور خدا چپ رہا۔ مگر اس خون پر اب وہ چپ نہیں رہے گا۔ اور بڑے بڑے نتائج ظاہر ہوں گے۔ چنانچہ سُنا گیا ہے کہ جب شہید مرحوم کو ہزاروں پتھروں سے قتل کیا گیا تو انہی دنوں میں سخت ہیضہ کابل میں پھوٹ پڑا اور بڑے بڑے ریاست کے نامی اس کا شکار ہو گئے۔ اور بعض امیر کے رشتہ دار اور عزیز بھی اس جہان سے رخصت ہوئے۔ مگر ابھی کیا ہے یہ خون بڑی بے رحمی کے ساتھ کیا گیا ہے اور آسمان کے نیچے ایسے خون کی اس زمانہ میں نظیر نہیں ملے گی۔ ہائے اس نادان امیر نے کیا کیا کہ ایسے معصوم شخص کو کمال بے دردی سے قتل کر کے اپنے تئیں تباہ کر لیا۔ اے کابل کی زمین تو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا اے بدقسمت زمین تو خدا کی نظر سے گر گئی کہ تو اس ظلم عظیم کی جگہ ہے۔

اگرچہ میں خوب جانتا ہوں کہ جماعت کے بعض افراد ابھی تک اپنی روحانی کمزوری کی حالت میں ہیں۔ یہاں تک کہ بعض کو اپنے وعدوں پر بھی ثابت رہنا مشکل ہے۔ لیکن جب میں اس استقامت اور جانفشانی کو دیکھتا ہوں جو صاحبزادہ مولوی محمد عبد اللطیف مرحوم سے ظہور میں آئی تو مجھے اپنی جماعت کی نسبت بہت امید بڑھ جاتی ہے کیونکہ جس خدا نے بعض افراد اس جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے۔ اُس خدا کا صریح یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف کی رُوح رکھتے ہوں اور ان کی روحانیت کا ایک نیا پودا ہوں۔ جیسا کہ میں نے کشفی حالت میں واقعہ شہادت مولوی صاحب موصوف کے قریب دیکھا کہ ہمارے باغ میں سے ایک بلند شاخ سرو کی کاٹی گئی اور میں نے کہا کہ اس شاخ کو زمین میں دوبارہ نصب کر دو تا وہ بڑھے اور پھولے۔ سو میں نے اس کی یہی تعبیر کی کہ خدا تعالیٰ بہت سے اُن کے قائم مقام پیدا کر دے گا۔ سو میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی وقت میرے اس کشف کی تعبیر ظاہر ہو جائے گی۔۔۔

(ماخوذ از تذکرۃ الشھادتین صفحات 74-76اور 126-127)

کلام امام الزمان
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اِنْذار

آنکھ کے پانی سے یارو! کچھ کرو اس کا علاج
آسماں اے غافلو اب آگ برسانے کو ہے

کیوں نہ آویں زلزلے، تقویٰ کی رہ گم ہوگئی
اک مسلماں بھی مسلماں صرف کہلانے کو ہے

کس نے مانا مجھ کو ڈر کر کس نے چھوڑا بغض وکیں
زندگی اپنی تو اُن سے گالیاں کھانے کو ہے

کافرو دجّال اور فاسق ہمیں سب کہتے ہیں
کون ایماں صدق اور اخلاص سے لانے کو ہے

جس کو دیکھو بدگمانی میں ہی حد سے بڑھ گیا
گر کوئی پُوچھے تو سَو سَو عیب بتلانے کو ہے

چھوڑتے ہیں دِیں کو اور دُنیا سے کرتے ہیں پیار
سَو کریں وعظ ونصیحت کون پچھتانے کو ہے

ہاتھ سے جاتا ہے دل دیں کی مُصیبت دیکھ کر
پر خُدا کا ہاتھ اب اس دل کو ٹھہرانے کو ہے

اس لئے اب غیرت اسکی کچھ تمہیں دکھلائے گی
ہر طرف یہ آفتِ جاں ہاتھ پھیلانے کو ہے

موت کی رہ سے ملے گی اب تو دیں کو کچھ مدد
ورنہ دیں اے دوستو! اک روز مرجانے کو ہے

یا تو اک عالم تھا قُرباں اُس پہ یا آئے یہ دن
ایک عبد العبد بھی اس دیں کے جھٹلانے کو ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعتِ احمدیہ کے حق میں دعائیں

سلسلہ احمدیہ کی ترقی کے لئے دعا

''الٰہی میرے سلسلہ کی ترقی ہو اور تیری نصرت اور تائید اس کے شامل حال ہو۔''

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب جلد پنجم صفحہ628)

''میں تو بہت دعا کرتا ہوں کہ میری جماعت ان لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نماز پر قائم رہتے ہیں اور رات کو اٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور روتے ہیں اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دنیا کے کیڑے نہیں ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ میری دعائیں خدا تعالیٰ قبول کرے گا اور مجھے دکھائے گا کہ اپنے پیچھے میں ایسے لوگوں کو چھوڑتا ہوں۔ نہ کہ وہ لوگ جن کی آنکھیں زنا کرتی ہیں اور جن کے دل پاخانہ سے بدتر ہیں اور جن کو مرنا ہرگز یاد نہیں۔ میں اور میرا خدا ان سے بیزار ہے۔ میں بہت خوش ہوں گا اگر ایسے لوگ اس پیوند کو قطع کرلیں کیونکہ خدا اس قوم کو ایک ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آوے اور جو تقویٰ اور طہارت کے اعلیٰ درجہ پر قائم ہوں۔ جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھ لیا ہو۔ لیکن وہ مُفسد لوگ جو میرے ہاتھ کے نیچے ہاتھ رکھ کر اور یہ کہہ کر کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا پھر وہ اپنے گھروں میں جا کر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جاتے ہیں کہ صرف دنیا ہی دنیا ان کے دلوں میں ہوتی ہے۔ نہ ان کی نظر پاک ہے اور نہ ان کا دل پاک ہے۔ نہ ان کے ہاتھوں سے کوئی نیکی ہوتی ہے اور نہ ان کے پیر کسی نیک کام کے لئے حرکت کرتے ہیں۔ وہ اس چوہے کی طرح ہیں جو اس تاریکی میں ہی پرورش پاتا اور اسی میں رہتا ہے اور اسی میں مرتا ہے وہ آسمان پر ہمارے سلسلہ میں سے کاٹے گئے ہیں۔ وہ عبث کہتے ہیں کہ ہم جماعت میں داخل ہیں کیونکہ آسمان پر وہ داخل نہیں سمجھے جاتے۔''

(تبلیغ رسالت جلد دھم صفحہ41-62)

مخالفین کے حق میں دعائیں

''اے مخالفو! خدا تم پر رحم کرے اور تمہاری آنکھیں کھولے۔''

(براھین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ62 روحانی خزائن جلد 21 صفحہ79)

''میں اس تیماردار کی طرح جو اپنے عزیز بیمار کے غم میں مبتلا ہوتا ہے اس ناشناس قوم کیلئے سخت اندوہ گیں ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اے قادر ذوالجلال خدا ہمارے ہادی اور راہنما! ان لوگوں کی آنکھیں کھول اور آپ ان کو بصیرت بخش اور آپ ان دلوں کو سچائی اور راستی کا الہام بخش۔''

(مکتوبات احمدیہ جلد ششم حصہ اول صفحہ98)

''اے خداوند قادر و مطلق اگرچہ قدیم سے تیری یہی عادت اور یہ سنت ہے کہ تو بچوں اور اُمیوں کو سمجھ عطا کرتا ہے اور اس دنیا کے حکیموں اور فلاسفروں کی آنکھوں پر پردے ڈال دیتا ہے مگر میں تیری جناب میں عجز اور تضرع سے عرض کرتا ہوں کہ ان لوگوں میں سے بھی ایک جماعت ہماری طرف کھینچ لا جیسے تو نے بعض کو کھینچا بھی ہے اور ان کو بھی آنکھیں بخش اور کان عطا کر اور دل عنایت فرما تا وہ دیکھیں اور سنیں اور سمجھیں اور تیری اس نعمت کا جو تو نے وقت پر نازل کی ہے قدر پہچان کر اس کے حاصل کرنے کیلئے متوجہ ہوں۔ اگر تو چاہے تو ایسا کر سکتا ہے کیونکہ کوئی بات تیرے آگے انہونی نہیں۔''

(ازالہ اوہام صفحہ35 روحانی خزائن جلد3 صفحہ120)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ''حقیقۃ الوحی'' میں اپنی سچائی کے نشان بیان فرمانے کے بعد یہ دعا کرتے ہیں کہ:۔

''خدا تعالیٰ بہت سی روحیں ایسی پیدا کرے کہ ان نشانوں سے فائدہ اٹھاویں اور سچائی کی راہ اختیار کریں۔ اور بغض اور کینہ کو چھوڑ دیں اے میرے قادر خدا! میری عاجزانہ دعائیں سن لے اور اس قوم کے کان اور دل کھول دے اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ باطل معبودوں کی پرستش دنیا سے اٹھ جائے۔ اور زمین پر تیری پرستش اخلاص سے کی جائے۔ اور زمین تیرے راستباز اور موحد بندوں سے ایسی بھر جائے جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے۔ اور تیرے رسول کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت اور سچائی دلوں میں بیٹھ جائے۔ آمین

اے میرے قادر خدا! مجھے یہ تبدیلی دنیا میں دکھا اور میری دعائیں قبول کر جو ہر یک طاقت اور قوت تجھ کو ہے۔ اے قادر خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ164 روحانی خزائن جلد22 صفحہ603)

خطبہ جمعہ

ہر احمدی کا فرض ہے کہ تقویٰ کے حصول کے لئے عبادت کرے اور تقویٰ کے حصول کے لئے ہی قرآن کریم پڑھے اور پڑھائے، قرآن کریم کے احکامات پر عمل کرنے والا بنے۔

ہر ایک کو اپنا اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان کر کیا روحانی تبدیلی ہم میں پیدا ہوئی ہے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ 16/ستمبر 2005 (16/ تبوک 1384ھجری شمسی) بمقام گوتھن برگ (سویڈن)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ أَمَّا بَعْدُ

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○

(البقرہ:22)

اس آیت کا ترجمہ ہے کہ اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تم کو پیدا کیا اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے سکنڈے نیوین ممالک کا (جو مجھے بتایا گیا ہے اس کے مطابق) پہلا جلسہ ہے جو، دنیا کے لئے بھی بتا دوں کہ اکٹھا ایک جگہ تینوں ممالک کا یعنی ڈنمارک، سویڈن اور ناروے کا مشترکہ ہو رہا ہے۔ تینوں ممالک سے آپ لوگ یہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ان جلسوں کے قیام کا ایک بہت بڑا مقصد افراد جماعت کے تقویٰ کے معیار کو بلند کرنا اور اپنے ماننے والوں کو ایک خدا کی حقیقی پہچان کروا کر ان کو اس کے سامنے جھکنے والا، اس کی عبادت کرنے والا اور اس کے حکموں پر عمل کرنے والا بنانا تھا۔ اور آپؑ نے اپنی آمد کے مقاصد میں سے سب سے بڑا مقصد یہی بیان فرمایا ہے جیسا کہ آپؑ فرماتے ہیں:۔

’’خدا نے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا کہ تا میں حلم اور خلق اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خدا اور اس کی پاک ہدایتوں کی طرف کھینچوں اور وہ نور جو مجھے دیا گیا ہے اس کی روشنی سے لوگوں کو راہ راست پر چلاؤں‘‘۔

پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہونے کے بعد ہر احمدی کا یہی مقصد ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچے چلے جانے کی کوشش کرتا رہے۔اور اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچے جانے کے لئے یا اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کے لئے جو کوشش ہے اس میں ایک تو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق اس کی عبادت کرنا ہے، جس کا قرآن کریم میں بڑا واضح ذکر ہے یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ہیں۔ یہ عبادات ہیں۔ اور پھر دوسرے احکامات ہیں جو معاشرے کو حسین بنانے اور آخر کار اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے حقیقی عبد بنانے والے احکامات ہیں۔

تو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ سب کچھ یعنی بندے کو خدا تعالیٰ کے حضور جھکانا اور اس کے احکامات پر عمل کرنے والا بنانا، اس نور کی وجہ سے ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا فرمایا ہے۔

پس آج اس زمانے میں خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے راستے اگر کسی کو نظر آ سکتے ہیں تو وہ احمدی کو نظر آ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ وابستہ رہنے کا عہد کیا ہے۔ کیونکہ اس نے یہ عہد کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق جس حکم اور عدل نے آنا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو دنیا میں رائج کرنا تھا اس کو ماننے کے بعد اس کے ہر حکم کو سچے دل سے ماننے والے بنیں گے۔ یہ ہر احمدی کا عہد ہے، یہ عہد ہے اور یہ عہد ہونا چاہئے۔

اگر آج ہر احمدی اس سوچ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر عمل نہیں کر رہا تو وہ آپؑ کے لائے ہوئے نور سے بھی حصہ نہیں پا رہا اور وہ خدا تعالیٰ کے احکامات پر بھی عمل نہیں کر رہا اور اسی طرح اس کا عبادت گزار بھی نہیں ہے۔ پھر تو صرف منہ کی باتیں ہیں کہ ہم احمدی ہیں جبکہ عمل اس سے مختلف ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کوئی نئی شریعت تو لے کر نہیں آئے تھے۔ آپؑ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کے طور پر آپؐ کی لائی ہوئی شریعت یعنی قرآن کریم کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے آئے تھے۔ آپ تو دنیا کو اللہ تعالیٰ کا حقیقی عبد بنانے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں لیکن اگر ایک احمدی ہونے کا دعویٰ کرنے والا ان باتوں پر عمل کرنے والا نہیں ہے تو وہ کبھی بھی اس نور سے منور نہیں ہو سکتا، وہ کبھی بھی اس روشنی سے حصہ نہیں پا سکتا جس کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

پس ہر احمدی کو، ہر اس شخص کو جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے منسوب کرتا ہے، ہر اس شخص کو جو اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے احکامات کے مطابق عبادت گزار بندہ بھی بننا ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کے جو دوسرے احکامات ہیں ان پر بھی عمل کرنا ہوگا۔ آج ان باتوں کو کھول کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طرح بیان فرما دیا ہے کہ اس میں کوئی ابہام نہیں رہا۔ آپؑ نے اپنی جماعت کو خصوصاً اور دنیا کو عموماً بڑے درد سے ایک خدا کی طرف آنے، اس کی عبادت کرنے، اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کی بارہا نصیحت فرمائی ہے۔

ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں:

”ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے، ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے، اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو“۔

(کشتیٔ نوح .روحانی خزائن جلد نمبر 19 صفحہ 21)

پس ہر احمدی کا جو پہلا مقصد ہونا چاہئے وہ اللہ تعالیٰ کو حاصل کرنا ہے۔ اور اس کے لئے سب سے بنیادی چیز اس کی عبادت ہے۔ جو آیت میں نے شروع میں تلاوت کی ہے، ترجمہ بھی آپ نے سن لیا ہے، اس میں خدا تعالیٰ نے ہمیں اپنی عبادت کا حکم دیا ہے۔ اور بڑے واضح الفاظ میں یہ بتا کر نصیحت فرمائی ہے کہ وہ خدا ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، وہ تمہارا رب ہے، اس نے پیدا کرنے کے بعد تمہارے لئے سامان بھی میسر فرمائے ہیں۔ اس نے تم سے پہلوں کو بھی پیدا کیا تھا، ان کی بھی پرورش کی تھی۔ پس اس احسان پر کہ تمہیں اس نے پیدا کیا، شکر گزاری کے طور پر تمہیں چاہئے کہ اس کی عبادت کرو، اور یہ عبادت بھی تمہیں تقویٰ میں بڑھائے گی اور جب تقویٰ میں بڑھو گے تو خدا کا مزید قرب حاصل کرنے والے بنو گے اور اس کے فضلوں کے وارث بنو گے۔ کیونکہ تم اپنے اس رب کی عبادت کر رہے ہو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمام مخلوق کو بھی پیدا کیا ہے۔ وہ خدا رب العالمین ہے، تمام عالم کو پیدا کرنے والا ہے، تو جو خدا اس کائنات کی ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اس سے دور جا کر تم کس طرح فائدہ اٹھا سکتے ہو، کس طرح زندگیاں گزار سکتے ہو۔ اگر تم حقیقت میں اس کے سامنے جھکنے والے بنو گے تو وہ علاوہ تمہیں تقویٰ میں بڑھانے کے اپنا قرب حاصل کرنے والا بنانے کے، تمہیں رزق بھی ایسے ایسے ذریعوں سے دے گا جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ وہ

فرماتا ہے وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا (الطلاق:3) اور جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا۔ اللہ اس کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ نکال دے گا۔ اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے اس کو رزق آنے کا خیال بھی نہیں ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کے لئے تقویٰ ضروری ہے تاکہ پیار حاصل کرنے کے بعد یہ نعمتیں ملیں۔ اور تقویٰ حاصل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمیں بتایا جیسا کہ پہلے بھی واضح ہو گیا کہ مَیں ہی تمہارا رب ہوں، تمہیں رزق بھی دیتا ہوں، تمہیں پالنے کے سامان بھی پیدا کرتا ہوں۔ اور تمہاری ضروریات بھی پوری کرتا ہوں۔ اور تمام کائنات کا پیدا کرنے والا بھی ہوں۔ یہ تمام کائنات جو ہے میرے ایک اشارے پر حرکت کرنے والی ہے۔ ذرا سا اس کائنات کا بیلنس (Balance) خراب ہو جائے تو تباہی و بربادی آ جائے۔ پس فرمایا کہ میری عبادت کرو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس مضمون کو یعنی یہ بتانے کے لئے کہ اپنے ربّ کی عبادت کرو، اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ: ''اے لوگو! اس خدا کی پرستش کرو جس نے تم کو پیدا کیا''۔

پھر فرمایا:

''عبادت کے لائق وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا''۔

یعنی زندہ رہنے والا وہی ہے، اسی سے دل لگاؤ۔

فرمایا:

''پس ایمانداری تو یہی ہے کہ خدا سے خاص تعلق رکھا جائے اور دوسری سب چیزوں کو اس کے مقابلہ میں ہیچ سمجھا جائے اور جو شخص اولاد کو یا والدین کو یا کسی اور چیز کو ایسا عزیز رکھے کہ ہر وقت انہیں کا فکر رہے تو وہ بھی ایک بت پرستی ہے''۔ فرمایا کہ: ''بت پرستی کے یہی تو معنی نہیں کہ ہندوؤں کی طرح بت لے کر بیٹھ جائے اور اس کے آگے سجدہ کرے۔ حد سے زیادہ پیار و محبت بھی عبادت ہی ہوتی ہے''۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں: ''جب انتہا درجہ تک کسی کا وجود ضروری سمجھا جاتا ہے تو وہ معبود ہو جاتا ہے اور یہ صرف خدا تعالیٰ ہی کا وجود ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔ کسی انسان یا اور مخلوق کے لئے ایسا نہیں کہہ سکتے''۔

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام زیر سورۃ البقرۃ ۔ آیت 23,22)

پس کسی سے بھی ضرورت سے زیادہ محبت یا اپنے کسی کام میں بھی ضرورت سے زیادہ غرق ہونا اس حد تک Involve ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہوش ہی نہ رہے، یہ شرک ہے۔ کاروباری آدمی ہے یا ملازمت پیشہ ہے۔ اگر نمازوں کو بھول کر ہر وقت صرف اپنے کام کی، پیسہ کمانے کی فکر ہی رہے تو یہ بھی شرک ہے۔ نوجوان اگر کمپیوٹر یا دوسری کھیلوں وغیرہ یا مصروفیات میں لگے ہوئے ہیں جس سے وہ اللہ کی عبادت کو بھول رہے ہیں تو یہ بھی شرک ہے۔ پھر گھروں میں بعض ظاہری شرک بھی غیر محسوس طریقے سے چل رہے ہوتے ہیں، اس کا احساس نہیں ہوتا۔ ایک طرف تو احمدی کہلاتے ہیں گو یہ بہت کم احمدی گھروں میں ہے جبکہ دوسرے لوگوں میں بہت زیادہ ہے لیکن پھر بھی ایک آدھے گھر میں بھی کیوں ہو۔ ایسے گھروں میں بعض دفعہ ایسی فلمیں دیکھ رہے ہوتے ہیں جن میں گند اور غلاظت کے علاوہ دیویوں اور دیوتاؤں کی پوجا کو دکھایا جا رہا ہوتا ہے۔ پھر ان مورتیوں کو جو پوجنے والے ہیں یہ لوگ اپنے گھروں میں ان چیزوں کو رکھتے ہیں، شیلفوں میں سجا کر رکھا ہوتا ہے یا بعض خاص جگہ پر رکھا ہوتا ہے۔ تو ڈراموں میں دیکھ دیکھ کر ان کے دیکھا دیکھی بعض اپنے گھروں میں بھی ان مورتیوں کو سجا لیتے ہیں۔ بازار میں ملنے لگ گئی ہیں کہ سجاوٹ کر رہے ہیں۔ اپنے گھروں میں ڈرائنگ رومز وغیرہ میں شیلفوں میں رکھ لیتے ہیں۔ تو پھر ان فلموں کو دیکھنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ یہ احساس ختم ہو جاتا ہے۔ ان مورتیوں کو گھروں میں رکھنے کی وجہ سے، چاہے سجاوٹ کے طور پر ہی ہوں، احساس مر جاتا ہے۔ اور اگر کسی گھر میں عبادتوں میں سستی ہے، نمازوں میں سستی ہے تو ایسے گھروں میں پھر بڑی تیزی سے گراوٹ کے سامان پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ پس ہر احمدی کو نہ صرف ان لغویات سے پرہیز کرنا ہے بلکہ اپنی عبادتوں کے معیار کو بھی اوپر لے کر جانا ہے۔ ہم ہر نماز میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی دعا مانگتے ہیں کہ اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یا تیری ہی عبادت کرنا چاہتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں کہ ہمیں عبادت کرنے والا بنا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہے یقیناً اس کو ہر قسم کے شرک سے پاک ہونا چاہئے۔ پس اس لحاظ سے بھی ہر احمدی کو اپنے دل کو ٹٹولنا چاہئے کہ ایک طرف تو ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا بننے کی خدا تعالیٰ سے دعا مانگ رہے ہیں دوسری طرف دنیاداری کی طرف ہماری نظر اس طرح ہے کہ ہم اپنی نمازیں تو چھوڑ دیتے ہیں لیکن اپنے کام کا حرج نہیں ہونے دیتے۔ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ میں رازق ہوں اور اپنی عبادت کرنے والوں کے لئے رزق کے

راستے کھولتا ہوں۔لیکن ہم منہ سے تو یہ کہتے ہیں کہ یہ بات سچ ہے،حق ہے لیکن ہمارے عمل اس کے الٹ چل رہے ہیں۔

اُس وقت جب ایک طرف نماز بلا رہی ہو اور دوسری طرف دنیا کا لالچ ہو، مالی منفعت نظر آ رہی ہو تو ہم میں سے بعض رالیں ٹپکاتے ہوئے مال کی طرف دوڑتے ہیں۔اس وقت یہ دعوے کھوکھلے ہوں گے کہ ہم ایک خدا کی عبادت کرنے والے ہیں۔پس جماعت کے ہر طبقے،عورت،مرد،بچے،بوڑھے،جوان،ہر ایک کو اپنا اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان کر کیا روحانی تبدیلی ہم میں پیدا ہوئی ہے۔کیا ہماری عبادتوں کے معیار بڑھے ہیں یا وہیں کھڑے ہیں یا گر رہے ہیں،کہیں کمی تو نہیں آ رہی۔جب ہر کوئی خود اس نظر سے اپنے جائزے لے گا تو انشاءاللہ عبادتوں کے معیار میں یقیناً بہتری پیدا ہوگی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''غرض کہ ہر آن اور پل میں اس کی طرف رجوع کی ضرورت ہے اور مومن کا گزارا تو ہو ہی نہیں سکتا جب تک اس کا دھیان ہر وقت اس کی طرف لگا نہ رہے۔اگر کوئی ان باتوں پر غور نہیں کرتا اور ایک دینی نظر سے ان کو وقعت نہیں دیتا تو وہ اپنے دنیوی معاملات پر ہی نظر ڈال کر دیکھے کہ کیا خدا کی تائید اور فضل کے سوا کوئی کام اس کا چل سکتا ہے؟ اور کوئی منفعت دنیا کی وہ حاصل کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔دین ہو یا دنیا ہر ایک امر میں اسے خدا کی ذات کی بڑی ضرورت ہے اور ہر وقت اس کی طرف احتیاج لگی ہوئی ہے۔جو اس کا منکر ہے سخت غلطی پر ہے۔خدا تعالیٰ کو تو اس بات کی مطلق پرواہ نہیں ہے کہ تم اس کی طرف میلان رکھو یا نہ۔وہ فرماتا ہے کہ

قُلْ مَایَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْ لَا دُعَاؤُکُمْ

(سورة الفرقان آیت :78)

کہ اگر اس کی طرف رجوع رکھو گے تو تمہارا ہی اس میں فائدہ ہوگا۔انسان جس قدر اپنے وجود کو مفید اور کار آمد ثابت کرے گا اسی قدر اس کے انعامات کو حاصل کرے گا''۔

فرمایا:

''دیکھو کوئی بیل کسی زمیندار کا کتنا ہی پیارا کیوں نہ ہو مگر جب وہ اس کے کسی کام بھی نہ آوے گا،نہ گاڑی میں جُتے گا،نہ زراعت کرے گا،نہ کنوئیں میں لگے گا تو آخر سوائے ذبح کے اور کسی کام نہ آوے گا''۔

یہاں کے پلے بڑھوں کو شاید تصور نہ ہو،یہاں یہ پرانی چیزیں شاید میوزیم میں پڑی ہوں۔ہمارے پاکستان ہندوستان وغیرہ میں بیل ابھی بھی پالے جاتے ہیں اور ان کو بڑی توجہ سے پالا جاتا ہے کاشتکاری کے لئے جس سے ہل چلایا جاتا ہے۔ٹریکٹر اور مشینری وغیرہ تو بہت سے لوگوں کے پاس بہت کم ہے۔تو فرمایا کہ جب ان کاموں کے لئے بیل پالا جائے گا اگر وہ کام کے قابل نہیں رہا تو سوائے ذبح کرنے کے اور کچھ نہیں ہوگا اور ''ایک نہ ایک دن مالک اسے قصاب کے حوالے کر دے گا۔ایسا ہی جو انسان خدا کی راہ میں مفید ثابت نہ ہوگا تو خدا اس کی حفاظت کا ہرگز ذمہ دار نہ ہوگا''۔

فرمایا:

''ایک پھل اور سایہ دار درخت کی طرح اپنے وجود کو بنانا چاہئے تا کہ مالک بھی خبر گیری کرتا رہے''۔ایسا درخت بناؤ جس کو پھل لگتے ہوں جس سے سایہ ملتا ہو۔جس کا کوئی فائدہ ہو۔اور تبھی تو اس کو پالنے والا اس کی خبر گیری کرے گا۔''لیکن اگر اس درخت کی مانند ہوگا کہ جو نہ پھل لاتا ہے اور نہ پتے رکھتا ہے کہ لوگ سایہ میں آ بیٹھیں تو سوائے اس کے کہ کاٹا جاوے اور آگ میں ڈالا جاوے اور کس کام آ سکتا ہے۔خدا تعالیٰ نے انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کی معرفت اور قرب حاصل کرے۔

مَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ

(الذاریات: 57).

جو اس اصل غرض کو مدنظر نہیں رکھتا اور رات دن دنیا کے حصول کی فکر میں ڈوبا ہوا ہے کہ فلاں زمین خرید لوں،فلاں مکان بنا لوں،فلاں جائیداد پر قبضہ ہو جاوے تو ایسے شخص سے سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ کچھ دن تک مہلت دے کر واپس بلا لے اور کیا سلوک کیا جاوے۔انسان کے دل میں خدا تعالیٰ کے حصول کا ایک درد ہونا چاہئے جس کی وجہ سے اس کے نزدیک وہ ایک قابل قدر شے ہو جاوے گا۔اگر یہ درد اس کے دل میں نہیں ہے اور صرف دنیا اور اس کے مافیہا کا ہی درد ہے''۔جو دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس کا ہی درد ہے'' تو آخر تھوڑی سی مہلت پا کر وہ ہلاک

ہو جاوے گا۔ خدا تعالیٰ مہلت اس لئے دیتا ہے کہ وہ حلیم ہے لیکن جو اس کے حلم سے خود ہی فائدہ نہ اٹھاوے تو اسے وہ کیا کرے۔ پس انسان کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ ضرور تعلق بنائے رکھے۔ سب عبادتوں کا مرکز دل ہے۔ اگر عبادت تو بجالاتا ہے مگر دل کا خدا کی طرف رجوع نہیں ہے تو عبادت کیا کام آوے گی۔ اس لئے دل کا رجوع تام اس کی طرف ہونا ضروری ہے''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 222,122 . جدید ایڈیشن)

پس انسان کی پیدائش کا یہ مقصد ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو اور یہ سب ہماری اپنی بہتری کے لئے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کو تو ہماری عبادتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے تو ایک مقصد ہمیں بتایا ہے کہ اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرو گے تو میرا قرب پاؤ گے ورنہ شیطان کی گود میں گر جاؤ گے۔ اور جو شیطان کی گود میں گر جائے وہ نہ صرف خدا تعالیٰ سے دور چلا جاتا ہے بلکہ کسی نہ کسی رنگ میں معاشرے میں فساد پھیلانے کا بھی باعث بنتا ہے۔ پس اللہ کی عبادت بندوں کے فائدے کے لئے ہے ورنہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ مَايَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّىْ لَوْ لاَ دُعَاؤُكُمْ

(سورۃ الفرقان آیت :78)

یعنی ان کو بتا دو کہ میرا رب اس کی کیا پرواہ رکھتا ہے اگر تم دعا نہ کرو، اس کی عبادت نہ کرو، اس سے اس کا فضل نہ چاہو۔ اللہ تعالیٰ نے عبادت کرنے کا یہ حکم بھی تمہارے ہی فائدے کے لئے دیا ہے۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک نظارہ دکھایا گیا کہ بہت ساری بھیڑیں ہیں جو ایک لائن میں ذبح کی ہوئی پڑی ہیں اور آواز آتی ہے:

قُلْ مَايَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّىْ لَوْ لاَ دُعَاؤُكُمْ

(سورۃ الفرقان آیت :78)

اور پھر ساتھ ہی یہ کہا گیا کہ تم کیا ہو، گوہ کھانے والی بھیڑیں ہی ہو نا۔ اللہ تعالیٰ کو تمہاری کیا پرواہ ہے۔

پس یہ رؤیا بھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے۔ یہ نظارہ بھی جو ہے یہ ہم احمدیوں کو اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار بندہ بننے کی طرف توجہ دلانے کے لئے ہے کہ دوسرے لوگ جو اللہ کی عبادت نہیں کرتے تو اللہ کو ان کی پرواہ ہی کیا ہے۔ کوئی ان کی پرواہ نہیں۔ لیکن تم لوگ جو یہ دعویٰ کرتے ہو کہ زمانے کے امام کو ہم نے مانا ہے تم تو اپنی عبادتوں سے غافل نہ ہو۔ تم تو اس نور اور روشنی سے حصہ حاصل کرنے کی کوشش کرو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام لے کر آئے ہیں۔ اگر تم نے بھی عبادتوں میں کمزوریاں دکھائیں تو اس نور سے بھی حصہ نہیں ملے گا اور خدا سے بھی دور ہو گے اور جو خدا سے دور ہو اللہ کو اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہوتی۔

پس ہمیں چاہئے کہ ہم وہ بے فائدہ بھیڑیں نہ بنیں کہ جن کی خدا کو کچھ بھی پرواہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ان مقربوں میں شامل ہونے کی کوشش کریں جن کے آنکھ، کان، ہاتھ اور پاؤں خدا تعالیٰ ہو جاتا ہے۔ جن کی خاطر خدا تعالیٰ لڑتا ہے۔ جن کو اپنی رحمتوں سے نوازتا ہے۔ ہمارا ہر فعل ایسا ہو جو خدا کی رضا حاصل کرنے والا ہو۔ اس کے لئے جیسا کہ پہلے بتایا ہے محنت کی بھی ضرورت ہے، کوشش کر کے عبادتیں کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی خاطر خالص ہو کر اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے، اس کا فضل مانگتے ہوئے عبادتوں کی طرف توجہ کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ مدد فرماتا ہے، فرمائے گا انشاء اللہ۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا شرط یہ ہے کہ خالص ہو کر اس کی عبادت کی جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ:

''اگر دل صاف کرے اور اس میں کسی قسم کی کجی اور ناہمواری، کنکر پتھر نہ رہنے دے تو اس میں خدا نظر آئے گا''۔

(ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ 347 جدید ایڈیشن)

پس ہمیں چاہئے کہ ہر قسم کے کنکر، پتھر کو دل میں سے نکال دیں اور خدا کا سچا عبادت گزار بنیں۔ جب انسان اس طرح کوشش سے اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھتا ہے تو پھر اللہ اس سے زیادہ بڑھ کر اسے اپنی آغوش میں لے لیتا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتا ہوں جیسا وہ میرے بارے میں گمان کرتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو مَیں بھی اس کو اپنے دل میں یاد

کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو مَیں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ میری طرف بالشت بھر بڑھتا ہے تو مَیں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں۔ اور جو میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے میں اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں۔ اور اگر وہ میری طرف چلتے ہوئے آتا ہے تو مَیں دوڑتے ہوئے اس کی طرف جاتا ہوں۔

(بخاری کتاب التوحید ۔باب قول اللہ تعالیٰ و یحذرکم اللہ ..)

پس ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہئے کہ اس سے وہ عمل سرزد ہوں اور وہ عبادتیں عمل میں آئیں جو اللہ کی رضا حاصل کرنے والی ہوں۔ جیسا کہ مَیں نے شروع میں کہا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میرے آنے کا مقصد ایک خدا کی پہچان اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کروانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جن حکموں پہ ہم نے عمل کرنا ہے ان کا علم کس طرح ہو؟ وہ ہمیں قرآن کریم سے ملتا ہے۔ اس کو غور سے پڑھنے اور سمجھنے سے اس کا علم حاصل ہوگا۔

پس اس طرف بھی ہر احمدی کو توجہ دینی چاہئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ

(البقرۃ)

یہ وہ کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں، ہدایت دینے والی ہے متقیوں کو۔ پس جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اپنے ربّ کی عبادت کرو تو تقویٰ میں بڑھو گے۔ اور تقویٰ میں بڑھنے کے لئے قرآن کریم جو خدا کا کلام ہے اس کو بھی پڑھنا ضروری ہے، اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ پس تقویٰ اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک قرآن کریم کو پڑھنا اور اس پر عمل کرنا زندگیوں کا حصہ نہ بنالیا جائے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''اللہ جلشانہ نے قرآن کریم کے نزول کی علت غائی ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ قرار دی ہے۔'' یعنی اس کا مقصد متقیوں کے لئے ہدایت ہے'' اور قرآن کریم سے رشد، ہدایت اور فیض حاصل کرنے والے بالتخصیص متقیوں کو ہی ٹھہرایا ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 139)

یعنی خاص طور پر جو تقویٰ میں بڑھنے والے ہوں گے وہی قرآن کریم سے رہنمائی حاصل کریں گے۔

ایک حدیث میں آتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی کوئی قوم قرآن کریم پڑھنے کے لئے اور ایک دوسرے کو پڑھانے کے لئے خدا تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اکٹھی ہوتی ہے تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کے گرد حلقے بنا لیتے ہیں۔

(سنن ابی دائود ۔کتاب الوتر باب فی ثواب قرأۃ القرآن)

پس اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کے لئے اور فرشتوں کے حلقے میں آنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک قرآن کریم پڑھے اور اس کو سمجھے، اپنے بچوں کو پڑھائیں، انہیں تلقین کریں کہ وہ روزانہ تلاوت کریں۔ اور یاد رکھیں کہ جب تک ان چیزوں پہ عمل کرنے کے ماں باپ کے اپنے نمونے بچوں کے سامنے قائم نہیں ہوں گے اس وقت تک بچوں پہ اثر نہیں ہوگا۔ **اس لئے فجر کی نماز کے لئے بھی اٹھیں اور اس کے بعد تلاوت کے لئے اپنے پر فرض کریں کہ تلاوت کرنی ہے پھر نہ صرف تلاوت کرنی ہے بلکہ توجہ سے پڑھنا ہے اور پھر بچوں کی بھی نگرانی کریں کہ وہ بھی پڑھیں، انہیں بھی پڑھائیں۔ جو چھوٹے بچے ہیں ان کو بھی پڑھایا جائے۔**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن کریم پڑھنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے، کس طرح پڑھنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھو اور اس کے غرائب پر عمل کرو۔

(مشکوۃ المصابیح)

غرائب سے مراد اس کے وہ احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں اور وہ احکام ہیں جن کو کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ جب قرآن کریم اس طرح ہر گھر میں پڑھا جارہا ہوگا، غور ہو رہا ہوگا، ہر حکم جس کے کرنے کا خدا تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے اس پر عمل ہو رہا ہوگا اور ہر وہ بات جس کے نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس سے بچ رہے ہوں گے، اس سے رک رہے ہوں گے تو ایک پاک معاشرہ بھی قائم کر رہے ہوں گے۔ عبادتوں کے معیاروں کے ساتھ ساتھ

آپ کے اخلاق کے معیار بھی بلند ہو رہے ہوں گے۔ آپس کی رنجشیں دور کرنے کی بھی کوشش ہو رہی ہوگی۔ جھوٹی اناؤں اور عزتوں سے بھی بچ رہے ہوں گے۔ تقویٰ پر قدم مارتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی بھی آپ کوشش کر رہے ہوں گے۔ اگر ایک شخص بظاہر نمازیں پڑھنے والا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو قرآن کریم میں احکامات دیئے ہیں ان پر عمل نہیں کر رہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسے نمازیوں کی نمازوں کو ان کے منہ پر مارتا ہے۔ یہی نمازیں ہیں جو نمازیوں کے لئے لعنت بن جاتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان عبادتوں کا ذکر کیا ہے جو تقویٰ میں بڑھاتی ہیں۔ اور تقویٰ بڑھتا ہے ان احکامات پر عمل کرنے سے جو قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں۔ جن کی تعداد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانچ سو یا سات سو بتائی ہے۔ اور آپؑ نے فرمایا کہ جو ان حکموں پر عمل نہیں کرتا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس یہ ہوشیاری یا چالاکی کسی کام نہیں آئے گی۔ بعض لوگوں کو اپنی علمیت پہ بڑا ناز ہوتا ہے اور دوسروں کے علم کا استہزاء کر رہے ہوتے ہیں۔ یا کسی اور بات کا بڑا فخر ہے اس پر استہزاء ہو رہا ہوتا ہے مذاق اڑا رہے ہوتے ہیں۔ تو چاہے وہ قرآن کریم کا علم ہو یا کوئی اور علم ہو کیونکہ یہ علم جو ہے یہ تقویٰ سے عاری ہوتا ہے اس لئے اس علم کی بھی اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں جو اس نے حاصل کیا ہے۔ بے فائدہ علم ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ ان احکامات پر عمل کرو۔ اگر صرف پڑھ لیا دوسروں کو بتا دیا اور خود عمل نہ کیا تو ایسے لوگوں کو قرآن ہدایت نہیں دیتا۔ ہدایت بھی تقویٰ کے ساتھ مشروط ہے اور عبادت کرنے کا بھی اس لئے حکم دیا تا کہ تم تقویٰ میں ترقی کرو۔ پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ تقویٰ کے حصول کے لئے عبادت کرے اور تقویٰ کے حصول کے لئے ہی قرآن کریم پڑھے اور پڑھائے، قرآن کریم کے احکامات پر عمل کرنے والا بنے۔

اب مثلاً قرآن کریم کا ایک حکم آپس میں محبت اور پیار کی فضا پیدا کرنا ہے اور دوسروں کو اچھی بات کہنا ہے، نرمی اور پیار سے بات کرنا ہے۔ چبھتی ہوئی اور کڑوی بات نہ کرنے کا حکم ہے جس سے دوسروں کے جذبات کو تکلیف ہو۔ جیسا کہ فرمایا ہے:

قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا

یعنی لوگوں سے نرمی اور پیار سے بات کیا کرو۔ ایسے طریقے سے جن سے کسی کے جذبات کو تکلیف نہ پہنچے۔ معاشرے میں اکثر جھگڑے زبان کی وجہ سے ہی ہوتے ہیں۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ اس عضو کو سنبھال لو تو جہنم سے بچ جاؤ گے۔ یہ بھی جہنم میں لے جانے کا ایک ذریعہ ہے۔ **بعض لوگ بڑے نرم انداز میں باتیں کر دیتے ہیں جو کسی کی برائی ظاہر کر دے۔ یا بڑے آرام سے نرم الفاظ میں کوئی چبھتی ہوئی بات کر دی۔ اور کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے تو بڑے آرام سے بات کی تھی۔ دوسرا شخص ہی بھڑک گیا ہے۔ اس کو پتہ نہیں کیا تکلیف ہوئی۔ تو یہ چالاکیاں بھی کسی کے سامنے کھوگے تو شاید دنیا کے فیصلہ کرنے والوں کی نظر سے تو بچا لیں گی، لیکن اللہ تعالیٰ جو دلوں کا حال جانتا ہے اس کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔**

پس ایک احمدی کو باریکی میں جا کر اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر آپ یہ کر لیں گے تو ان ملکوں میں بھی اور دنیا میں ہر جگہ جہاں احمدیوں کے چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑے ہوتے ہیں، رنجشیں پیدا ہوتی ہیں، دلوں میں بغض اور کینے پلتے بڑھتے ہیں ان کی اصلاح ہو جائے گی۔ پس اپنی اصلاح کے لئے قرآن کریم کو غور سے پڑھیں اور اس کے احکامات کو زندگیوں کا حصہ بنائیں ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس انذار کے نیچے بھی آسکتے ہیں۔

ایک روایت ہے حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خوفناک چیز کا ذکر کر کے فرمایا کہ ایسا اس وقت ہوگا جب دین کا علم مٹ جائے گا۔ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! علم کیوں کر مٹ جائے گا جبکہ ہم قرآن پڑھ رہے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھا رہے ہیں اور ہمارے بیٹے اپنی اولاد کو پڑھاتے رہیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آفرین ہے زیاد! مَیں تمہیں مدینہ کا انتہائی سمجھدار آدمی سمجھتا تھا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہود و نصاریٰ انجیل کی کتنی تلاوت کرتے ہیں مگر ان کی تعلیمات پر کچھ بھی عمل نہیں کرتے۔

(سنن ابن ماجہ)

پس اس زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے دین کا علم دوبارہ قائم ہوا ہے۔ یہ روشنی اور نور ہمیں دوبارہ ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ نور اور روشنی

دوبارہ میسر فرمائی ہے۔ اگر اپنے آپ کو بدلیں گے نہیں تو صرف قرآن کریم پڑھنا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ اور پھر ایسے لوگوں سے جو عمل نہیں کرتے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی بیزاری کا اظہار فرمایا ہے کہ مجھ سے تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ کاٹے جائیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''اصل یہی ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں سکھایا ہے جب تک مسلمان قرآن کریم کے پورے متبع اور پابند نہیں ہوتے وہ کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتے۔'' اور آج دیکھ لیں کہ ان کا یہی حال ہے ہر جگہ سے ماریں پڑ رہی ہیں۔ ان کے ملکوں میں آ کر غیر ان کو مار رہے ہیں۔ صرف اس لئے کہ پابندی نہیں ہے۔ فرمایا کہ:

''جس قدر وہ قرآن شریف سے دور جا رہے ہیں اسی قدر وہ ترقی کے مدارج اور راہوں سے دور جا رہے ہیں۔ قرآن شریف پر عمل ہی ترقی اور ہدایت کا موجب ہے''۔

(ملفوظات)

پس ہر احمدی اپنا جائزہ لے، غور کرے، گھروں میں اپنے بیوی بچوں کے جائزے لے۔ مائیں بچوں کو شروع سے ہی اس کی اہمیت سے آگاہ کریں۔ ہر روز کی تلاوت کے بعد جائزہ لینا چاہئے کہ اس میں بیان کردہ جو حکم ہیں، اوامر اور نواہی ہیں کرنے اور نہ کرنے کی باتیں ہیں۔ ہم کس حد تک ان پر عمل کر رہے ہیں۔ تبھی ہم اپنی اصلاح کی کوشش کر سکتے ہیں۔ پس دعا کے ساتھ اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ میری نصیحت ہے جس کو میں ساری نصائح کا مغز سمجھتا ہوں۔ قرآن شریف کے تیس سپارے ہیں۔ اور سب کے سب نصائح سے لبریز ہیں لیکن ہر شخص نہیں جانتا کہ ان میں سے وہ نصیحت کون سی ہے جس پر اگر مضبوط ہو جاویں اور اس پر پورا عملدرآمد کریں تو قرآن کریم کے سارے احکام پر چلنے اور اس کی ساری منہیات سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ مگر میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ کلید اور قوت دعا ہے''۔ یعنی اس کی چابی اور طاقت دعا ہے۔ ''دعا کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ میں یقین رکھتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ پھر اللہ تعالیٰ ساری مشکلات کو آسان کر دے گا''۔

(ملفوظات جلد نمبر 7 صفحہ 194.193)

اللہ کرے کہ ہم جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت سے منسوب کرتے ہیں۔ آپؑ کی خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بندے بھی بن جائیں اور اس کے حکموں پر عمل کرنے والے بھی ہوں۔ قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے والے بھی ہوں۔ اس کے حکموں پر عمل کرنے والے بھی ہوں اور جہاں ہماری سمجھ میں اور ہمارے عمل میں روک پیدا ہو وہاں خدا کے آگے جھکیں اس کے حقیقی عابد بنتے ہوئے اس سے راہنمائی چاہیں۔ اس سے عرض کریں کہ اے خدا تو نے ہی کہا ہے کہ خالص ہو کر میرے آگے جھکو تو میں راہنمائی کروں گا اور ہدایت دوں گا۔ ہم ہدایت کے طلبگار ہیں۔ جب اس طرح دعائیں ہوں گی تو یقیناً اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔

یہ جلسے کے دن جن میں خدا تعالیٰ نے آپ کو ایک روحانی ماحول میسر فرمایا ہے ان میں اپنی عبادتوں کے معیاروں کو بھی بڑھائیں۔ حقیقی تقویٰ کا ادراک حاصل کرنے کی کوشش کریں، فہم حاصل کرنے کی کوشش کریں، سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان جلسے کے دنوں میں مختلف موضوعات پر تقاریر ہوں گی۔ جن کا محور تو وہی ایک ہوتا ہے کہ تقویٰ۔ ان سے بھی فائدہ اٹھائیں اور اپنے علاوہ اپنے بیوی بچوں کو بھی اس امر پر قائم کریں کہ ہم نے ان تین دنوں میں روحانیت میں ترقی کرنے کی کوشش کرنی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

جلسہ کوئی دنیاوی میلہ نہیں ہے۔ اس لئے یہ نہ ہو کہ آپ لوگ جو مختلف جگہوں سے آئے ہوئے ہیں، مختلف ملکوں سے آئے ہوئے ہیں۔ بعض واقف کار کافی دیر بعد ایک دوسرے کو ملے ہوں گے کہ اپنی محفلیں جما کر چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں باتیں کرتے رہیں اور جلسے سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ بلکہ جلسے سے ہر ایک کو جو شامل ہونے والا ہے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہئے اور جب بھرپور فائدہ اٹھائیں گے تو تبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کے وارث بھی بنیں گے۔ اللہ کرے کہ آپ سب اس جلسے کی برکات سے فیض حاصل کرنے والے ہوں۔ (آمین)

☆......☆......☆

کلامِ ربِّ رحیم ورحماں ببانگِ بالا سُنائیں گے ہم

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفة المسیح الثانی رضی للہ عنه

تیری محبت میں میرے پیارے ہر اک مصیبت اُٹھائیں گے ہم
مگر نہ چھوڑیں گے تجھ کو ہرگز نہ تیرے دَر پر سے جائیں گے ہم

تری محبت کے جُرم میں ہاں جو پِیس بھی ڈالے جائیں گے ہم
تو اس کو جانیں گے عین راحت نہ دل میں کچھ خیال لائیں گے ہم

سُنیں گے ہرگز نہ غیر کی ہم نہ اس کے دھوکے میں آئیں گے ہم
بس ایک تیرے حضور میں ہی سرِ اطاعت جُھکائیں گے ہم

جو کوئی ٹھوکر بھی مارلے گا تو اُس کو سَہہ لیں گے ہم خوشی سے
کہیں گے اپنی سزا یہی تھی زباں پہ شکوہ نہ لائیں گے ہم

ہمارے حالِ خراب پر گو ہنسی اُنہیں آج آرہی ہے
مگر کسی دن تمام دُنیا کو ساتھ اپنے رُلائیں گے ہم

ہُوا ہے سارا زمانہ دشمن ہیں اپنے بیگانے خوں کے پیاسے
جو تُو نے بھی ہم سے بے رُخی کی تو پھر تو بس مرہی جائیں گے ہم

یقیں دلاتے رہے ہیں دُنیا کو تیری اُلفت کا مدّتوں سے
جو آج تُو نے نہ کی رفاقت کسی کو کیا مُنہ دکھائیں گے ہم

پڑے ہیں پیچھے جو فلسفے کے اُنہیں خبر کیا کہ عشق کیا ہے
مگر ہیں ہم رَہرَوِ طریقت ثمارِ اُلفت ہی کھائیں گے ہم

سمجھتے کیا ہو کہ عشق کیا ہے یہ عشق پیارو کٹھن بلا ہے
جو اس کی فُرقت میں ہم پہ گزری کبھی وہ قصہ سنائیں گے ہم

ہمیں نہیں عطر کی ضرورت کہ اس کی خوشبو ہے چند روزہ
بُوئے محبت سے اس کی اپنے دماغ و دل کو بسائیں گے ہم

ہمیں بھی ہے نسبتِ تلمّذ کسی مسیحاؑ نفس سے حاصل
ہُوا ہے بے جان گو کہ مُسلم مگر اب اس کو جِلائیں گے ہم

مِٹا کے نقش و نگارِ دیں کو یُونہی ہے خوش دُشمنِ حقیقت
جو پھر کبھی بھی نہ مٹ سکے گا اب ایسا نقشہ بنائیں گے ہم

خُدا نے ہے خضرِ رہ بنایا، ہمیں طریقِ محمّدیؐ کا
جو بھولے بھٹکے ہوئے ہیں ان کو صنم سے لاکر ملائیں گے ہم

ہماری ان خاکساریوں پر نہ کھائیں دھوکا ہمارے دُشمن
جو دیں کو ترچھی نظر سے دیکھا تو خاک اُن کی اُڑائیں گے ہم

مِٹا کے کفرو ضلال و بدعت کریں گے آثارِ دیں کو تازہ
خُدا نے چاہا تو کوئی دن میں ظفر کے پرچم اُڑائیں گے ہم

خبر بھی ہے کچھ تجھے او ناداں کہ مردمِ چشمِ یار ہیں ہم
اگر ہمیں کج نظر سے دیکھا تو تجھ پہ بجلی گرائیں گے ہم

وُہ شہر جو کُفر کا ہے مرکز' ہے جس پہ دینِ مسیح نازاں
خُدائے واحد کے نام پر اک اَب اس میں مسجد بنائیں گے ہم

پھر اس کے مینار پر سے دُنیا کو حق کی جانب بُلائیں گے ہم
کلامِ ربِّ رحیم و رحماں ببانگِ بالا سُنائیں گے ہم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اسلام کے لئے غیرت

چوھدری حمیداللہ
وکیل اعلیٰ تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان (ربوہ)

هُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَO

(الصف:10)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے دین (کے ہر شعبہ) پر کلیۃً غالب کر دے خواہ مشرک برا منائیں۔

(ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ فداہ اُمی وابی کی پیشگوئیوں کے مطابق اسلام اور مسلمانوں پر انکے پورے عروج کے بعد ایک ایسا زمانہ آنا تھا جب مسلمان مذہبی، دینی، اقتصادی اور سیاسی تنزل کا شکار ہو جائیں گے اور اپنی تمام شان وشوکت کھو بیٹھیں گے اور اسلام کی شان وشوکت کو بھی گرہن لگ جائیگا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین انتہائی ضعف کا شکار ہو جائے گا اور مسلمانوں اور اسلام پر ہر طرف سے انکے دشمن یلغار کریں گے اور دجالی فتنے پورے زور سے سر اٹھائیں گے اور یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا کہ وہ اسلام کے خلاف میدان جنگ میں کود پڑیں۔ تب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی غیرت پھر جوش میں آئے گی اور زمین سے نہیں بلکہ آسمان سے ایک وجود نازل ہوگا جسکے ذریعے سے اسلام کے باغ میں پھر بہار آئے گی اور مسلمانوں کی شوکت اور غلبہ دوبارہ دنیا میں قائم ہوگا۔ اور جسکے ذریعے سے قرآن کریم کی پیشگوئی کے مطابق اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دیا جائے گا۔ اور جب یہ غلبہ اپنی انتہاء پر پہنچے گا تو ایک ہی رسولؐ ہوگا۔ ایک ہی کتاب ہوگی۔ ایک ہی مسیح ومہدی ہوگا اور باقی تمام ادیان اچھوتوں کی طرح رہ جائیں گے۔

عین پیشگوئی کے مطابق مسلمانوں پر یہ ادبار کا زمانہ آیا اور خاص طور پر عیسائیت کا حملہ اسلام پر پوری طاقت سے کیا گیا۔ ہندوستان خصوصی طور پر ایک مذہبی جنگوں کا اکھاڑا بن گیا۔ بیسیوں بلکہ سینکڑوں مولوی کہلانے والے اور حفاظ قرآن اس عیسائیت کی یلغار کے سامنے ہتھیار پھینک بیٹھے اور جو اسلام کے منادی تھے وہ پادری بن کر عیسائیت کے منادی ہو گئے اور عیسائیوں اور پادریوں کی طرف سے یہاں تک بڑیں ماری گئیں کہ پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر چارلس ایچی سن نے 1888 میں اپنی ایک تقریر میں کہا:۔

’’جس رفتار سے ہندوستان کی معمولی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اس سے 5,4 گنا زیادہ تیز رفتاری سے عیسائیت اس ملک میں پھیل رہی ہے اور اسوقت ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔‘‘

(The Missionary by Clark مطبوعہ لندن صفحہ 234)

’’اب میں اسلامی ملکوں میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں۔ اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار اگر ایک طرف لبنان پر جلوہ فگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کے نور سے جگمگا رہا ہے۔ یہ صورتحال اس آنے والے انقلاب کا پیش خیمہ ہے جب قاہرہ، دمشق اور تہران خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے حتّٰی کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی خداوند یسوع مسیح کے شاگردوں کے ذریعے مکہ اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگی اور بالآخر وہاں صداقت کی منادی کی جائے گی کہ ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ حقیقی اور واحد خدا کو اور یسوع مسیح کو جانے جس کو تو نے بھیجا ہے۔‘‘

(Christianity by John Henry Barros page 42)

’’اس وقت صرف ایک دل تھا جو تڑپا اور بے قرار ہوا اور اپنے خدا کی طرف جھکا۔ اسی طرح جس طرح آپؐ کے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ امی وابی بت پرستی

کی یلغاراور توحید کی حالت زار کو دیکھ کر غار حرا میں خدا کے حضور جھکے تھے۔ یہ وجود بھی ایک معنوی غار حرا میں اپنے غم کو یوں بیان کرتا ہے:۔

بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے درکار خود بدین احمد کار نیست

دین احمدؐ بیکس ہو گیا کوئی اسکا غم خوار نہیں ہر کوئی اپنے اپنے کام میں مصروف ہے دین احمدؐ سے کوئی واسطہ نہیں۔

اے مسلماناں خدارا یک نظر بر حال دین
آنچہ می بینم بلاہا حاجتِ اظہارِ نیست
آنچہ برما می رود از کہ داند جز خدا
زہر می نوشیم لیکن زہرہ گفتار نیست

اے مسلمانو! خدارا ایک نظر دین کی حالت کی طرف ڈالو جو بلائیں میں دیکھ رہا ہوں ان کے اظہار کی حاجت نہیں غم جو ہم پر گزر رہا ہے اس کو خدا کے سوا کون جان سکتا ہے ہم زہر پی رہے ہیں پر بولنے کی طاقت نہیں۔‘‘

آپ کو اسلام کا جو غم لاحق تھا اسکا اظہار کرتے ہوئے آپ نے لکھا:۔

’’عیسائی مشنریوں نے ہمارے رسول اللہؐ کے خلاف بے شمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے اس دجل کے ذریعے ایک خلق کثیر کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔۔۔خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دئے جائیں اور خود میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔ پس اے میرے آسمانی آقا! تو ہم پر اپنی رحمت و نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلائے عظیم سے نجات بخش۔‘‘

(آئینہ کمالاتِ اسلام عربی عبارت صفحہ15)

عنفوانِ شباب میں جہاں ایک طرف آپ اپنے اس غم میں گھل گھل کر خدا کے حضور روتے اور گڑگڑاتے تھے وہاں دوسری طرف آپ خدا کی طرف سے اس معرفت پر قائم کئے گئے کہ سوائے دین اسلام کے اور کوئی دین سچا نہیں۔ تب آپ مرضی الٰہی کے مطابق میدان میں کودے اور شیروں کی طرح تمام دشمنانِ اسلام پر یلغار کر دی۔ اور اسطرح پے در پے حملے کئے کہ دشمنانِ اسلام کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ آپ اکیلے اور تنہاء تھے لیکن خدا کے ایسے جرنیل تھے کہ جس نے قادیان کی غیر معروف بستی سے تمام عالم کو للکارا اور ہر جگہ اسلام کی صداقت کے جھنڈے گاڑتے گئے یہاں تک کہ آپ کے مخالفوں کو بھی آپ کی وفات کے موقع پر یہ اعتراف کرنا پڑا کہ

’’ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے اور اسکے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو انکی ذات کے ساتھ وابستہ تھی۔ خاتمہ ہو گیا‘‘

(اخبار وکیل امرتسر)

آپؑ اسلام کے لئے جو درد اور غیرت رکھتے تھے وہ اسی درد اور غیرت کا جو آپ کے آقا کو توحید کیلئے تھی مظہر تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیتے تھے اگر انتقام لیتے تھے تو صرف خدا کی غیرت میں خدا کے نام کی وجہ سے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر کوئی اختیار نہ تھا اور یہ ایک بے ساختہ ردِّ عمل تھا۔

(بخاری کتاب الحدود)

اور یہی بے ساختگی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فطرت میں بھی ودیعت تھی۔ حضرت مفتی محمد صادقؓ فرماتے ہیں کہ:۔

’’ایک دفعہ حضور کے کمرہ کے دروازے پر دستک ہوئی حضور علیہ السلام نے مفتی محمد صادق صاحبؓ جو اسوقت آپ کے پاس تھے ان کو فرمایا کہ باہر جا کر دیکھو۔ مفتی صاحب باہر گئے اور آ کر حضورؑ کو بتایا کہ مولوی محمد احسن صاحبؓ یہ بتانے آئیں ہیں کہ فلاں مولوی سے ان کی بحث ہوئی ہے اور انہوں نے اس کو شکست دیدی ہے۔ حضور نے فرمایا:

’’میں زوردار دستک سے یہ سمجھا تھا کہ یورپ مسلمان ہو گیا ہے اور یہ اسکی خبر لائے ہیں۔‘‘

(سیرۃ المھدی روایت 302 ذکر حبیب حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ:۔

''حضور کے دعویٰ کے بعد ایک شخص نے عیسائیوں کے خلاف کتاب لکھی اور اس کا ذکر منشی صاحب نے حضورؑ سے کیا۔ اور یہ کتاب دکھائی۔ تو آپ نے بے ساختہ یہ جواب دیا کہ "جب مسلمانوں کے سینکڑوں بچے عیسائی ہوگئے۔ اسوقت کتاب نہ لکھی اب جو مصنف کا اپنا بچہ عیسائی ہوگیا تو یہ کتاب لکھی۔ اس میں برکت نہیں ہوسکتی۔"

عالمِ شباب میں ہی دین کیلئے غیرت میں ایسی بے ساختگی کا ایک اور واقعہ پیش کرتا ہوں۔ حضرت منشی احمد جان صاحب آف لدھیانہ جو علم توجہ کے بہت ماہر تھے انہوں نے ایک دفعہ آپؑ کی جوانی میں آپ سے عرض کیا کہ:۔

''حضرت میں یہ کرسکتا ہوں کہ اگر میں کسی شخص پر توجہ ڈالوں تو وہ تڑپ کر زمین پر گر جاتا ہے۔ حضورؑ نے جواب دیا" منشی صاحب اس سے اس کی روحانیت کو کیا فائدہ پہنچا؟ یا آپ کی روحانیت کو کیا فائدہ پہنچا اور اس کے نفس کی پاکیزگی اور خدا تعالیٰ کے تعلق میں کیا ترقی ہوئی؟"

منشی جان صاحب کی طبیعت پر آپ کی دین کے لئے حمیت خدا اور رسولؐ کے لئے غیرت کا اتنا گہرا اثر تھا کہ آپ نے حضورؑ کے حق میں فرمایا:۔

ہم مریضوں کی ہے تم ہی پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

(سیرت المھدی حصہ اول روایت143)

وہ کیا عظیم الشان خادمِ رسول تھا کہ جوانی ہی سے بس ایک ہی دھن میں غرق تھا کہ کسی طرح اسلام، خدا کی توحید، اور حضور ﷺ کی حقانیت کا پرچم بلند ہوجائے اور اس نے سب دنیوی فکروں سے آزاد ہو کر اپنے آپ کو خدا کے لئے وقف کر دیا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ:۔

''ایک بوڑھے سکھ سردار جھنڈا سنگھ نے حضور کو بتایا کہ حضرت مسیح موعودؑ ابتدائی جوانی کے زمانے میں اکثر ان کو کہا کرتے تھے کہ'' میرے والد صاحب سے سفارش کرو کہ مجھے خدا اور دین کی خدمت کرنے دیں اور مجھے دنیوی کاموں سے معاف رکھیں۔''

(احمدیت یعنی حقیقی اسلام صفحہ6)

آپؓ مزید فرماتے ہیں کہ:۔

''قادیان کے قریب کاہلواں گاؤں کے ایک سکھ دوست تھے انہوں نے آپؓ کو بتایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے والد صاحب نے ان کو حضورؑ کی جوانی کے زمانے میں حضرت مسیح موعودؑ کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ میری موت کا وقت قریب ہے تم جا کر اُسے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کہو کہ کوئی ملازمت وغیرہ کریں۔ جب اس سکھ دوست نے حضورؑ کو آپ کے والد کا پیغام دیا تو آپ نے فرمایا "بڑے مرزا صاحب خواہ مخواہ فکر کرتے ہیں میں نے جس کا نوکر ہونا تھا اس کا نوکر ہو چکا ہوں" اس پر آپ کے والد صاحب نے کہا" اگر وہ کہتا ہے تو ٹھیک کہتا ہے"۔

(الفضل 20/جنوری 1935، الحکم 21/مئی 1943)

غرض آپ خدا کے شیر کی طرح میدان میں نکلے اور براہین احمدیہ کی اشاعت کے ساتھ اسلام کے قلمی جہاد کا آغاز فرمایا۔ اس کتاب نے مذہبی دنیا میں ایک کہرام برپا کر دیا۔ دشمنانِ اسلام کے اوسان خطا ہوگئے اور آسمان پر امید کی ایک کرن پھوٹی اور اس کتاب نے آپ کے معتقدین اور محبین کا ایک گروہ آپ کے گرد اکٹھا کر دیا۔ آپ کی زندگی کا یہ زمانہ وہ تھا جو آپ کے آقا حضرت محمد ﷺ کی زندگی کا وہ زمانہ ہے جب آپ سب کی آنکھوں کا تارا تھے اور صدیق و امین کہلاتے تھے پھر آپؑ پر وہ زمانہ آیا جو آپ کے آقا ﷺ پر بھی آیا تھا جب آپ نے خدا کے حکم کے تابع اسکی وحدانیت اور اپنی رسالت کا اعلان کیا تو سوائے چند ایک کے جو کل تک ان کا پیارا تھا اس کی جان کے دشمن ہوگئے۔

اسی طرح جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا نے مامور کے طور پر کھڑا کیا تا مسیح اور مہدی دجل کی طاقتوں کو پاش پاش کردے اور تا مہدی کے ذریعہ اسلام کو زندہ کیا جائے تو بہت سے جو اخلاص کا دم بھرتے تھے آپ کو چھوڑ گئے۔ لیکن جس طرح آپؑ کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے چھوڑ دیئے گئے تھے، آپؑ نے اپنا قدم پیچھے نہیں ہٹایا تھا بلکہ ایک جرنیل کی طرح آگے ہی آگے قدم بڑھاتے رہے۔ یہی حال اس کے غلام کا تھا جس کا سہارا اسکا اپنا خدا تھا اور وہ جانتا تھا کہ ساری دنیا بھی اسکو چھوڑ دے تو اسکا خدا اس کو نہیں چھوڑے گا اور ضرور اور ضرور اس کے ہاتھ سے احیائے اسلام کا کام لے گا۔ سو وہ پوری قوت کے ساتھ ایک غیرت مند جرنیل کی طرح اس میدان میں اور آگے بڑھا اور ہر قدم پر خدا نے اسکے لئے نشان ظاہر کئے اور اسکے دشمنوں کو ذلیل اور رسوا کر دیا اور اسلام کی فتح کے نشان اس طرح ظاہر

ہوئے جس طرح نصف النہار کا سورج اور اسکے علم کلام کے سامنے کوئی نہ ٹھہرا اور اسکی غیرت اور فدائیت کے جذبے کے سامنے ہر جذبہ مغلوب ہو گیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کو ہمیشہ یہ تڑپ رہی کہ جہاں آپ خدا کی توحید کے قیام اور اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے قلمی جہاد فرما رہے تھے آپ کے مقابل پر بھی کوئی میدان میں نکلے تا اس کے ذریعے سے اس کی قوم پر ایک حجت ہو اور اسلام کے حق میں نہ صرف دلائل کے ساتھ بلکہ الٰہی نشانات کے ساتھ ایک فتح عظیم آپ کو عطا کی جائے۔ پھر الٰہی تقدیر نے ایسے مواقع پیدا کئے اور آتھم، ڈوئی، پادری لیفرائے، لیکھرام ایسے دشمنانِ اسلام کے خلاف اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو فتح عظیم عطا کر کے اسلام کی حقانیت پر مہر لگا دی۔

اس وقت مجھے آتھم کیساتھ جو آپ کا مباحثہ ہوا اس کی تفصیل میں نہیں جانا۔ صرف دو باتیں پیش کرنا چاہتا ہوں جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپؑ کو اسلام اور آنحضرت ﷺ اور خدا کی توحید کی کتنی غیرت تھی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ عیسائیوں کی طرف سے جنڈیالہ کے مسلمانوں کو مباحثہ کا چیلنج دیا گیا تھا اور اس چیلنج کو کوئی مسلمان مولوی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اگر کسی نے قبول کیا تو آپ نے کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کو اس بات کا انتہائی دکھ اور کرب تھا کہ عبد اللہ آتھم نے آنحضرت ﷺ کو نعوذ باللہ دجال کہا تھا اور بحث کے دوران ضد اور جھوٹ اور گستاخی کی راہ کو اختیار کیا تھا۔ آپؑ نے اپنے آخری پرچے میں لکھا کہ:۔

’’میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تُو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے‘‘

اس دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ نشان بشارت کے طور پر دیا کہ:۔

’’اس بحث میں دونوں فریقوں میں جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔۔۔ وہ 15 ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے‘‘۔

سو ایسا ہی ہوا یہاں اس واقعہ کا بھی ذکر کروں جس کو میاں خیر الدین صاحب سیکھوانیؓ نے روایت کیا ہے کہ:۔

’’جن ایام میں عبد اللہ آتھم کے ساتھ مباحثہ ہو رہا تھا گرمی کا موسم تھا اور اکثر پانی کی ضرورت پڑتی تھی۔ لیکن حضور علیہ السلام اور صحابہؓ کے لئے پانی گھر سے لے جایا جاتا تھا۔ اور آپؑ کی غیرت یہ برداشت نہیں کرتی تھی کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں ان کے ہاں کا پانی بھی پئیں۔‘‘

(سیرۃ المھدی حصہ چہارم غیر مطبوعہ روایت1333)

پھر الیگزینڈر ڈوئی اسلام کے خلاف میدان میں نکلا اور اس نے اعلان کیا کہ:۔

’’میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ دن جلد آوے کہ اسلام دنیا سے نابود ہو جاوے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر، اے خدا اسلام کو ہلاک کر دے‘‘

(بحوالہ حقیقت الوحی روحانی خزائن جلد22صفحہ505)

اور پھر اپنے پرچہ اخبار 12 ردسمبر 1903 میں اپنے تئیں سچا رسول اور سچا نبی قرار دے کر ڈوئی نے اپنے متعلق دعویٰ کیا کہ:۔

’’اگر میں سچا نبی نہیں ہوں تو پھر روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو خدا کا نبی ہو‘‘

(بحوالہ حقیقت الوحی روحانی خزائن جلد22صفحہ505)

اسوقت اس کے مقابل پر تمام عالم اسلام میں سے صرف ایک آواز تھی جو اٹھی اور وہ قادیان سے اٹھنے والی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی آواز تھی اور آپ نے اس کو مباہلہ کا چیلنج دیا۔ آپ فرماتے ہیں:

’’میرے دل کو دکھ دینے والی ایک یہ بات تھی۔۔۔ کہ وہ نہایت درجہ پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا‘‘۔

(بحوالہ حقیقت الوحی روحانی خزائن جلد22صفحہ505)

ڈوئی نے حضورؑ کے مباہلہ کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر آپ نے امریکہ کے مختلف اخباروں میں اس کو شائع کروا دیا اور اس مباہلہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بار بار خبر دی کہ وہ انتہائی ذلت اٹھانے کے بعد اپنے بدانجام کو پہنچے گا اور ایسا ہی ہوا۔ جو اسلام کو نعوذ باللہ ہلاک کرنا چاہتا تھا وہ مسیح موعود علیہ السلام کے اعجاز سے ذلت کی موت مرا۔ اسکی موت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

’’میں قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ وہی خنزیر تھا جس کے قتل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ مسیح موعود کے ہاتھ پر مارا جائے گا۔ (الحمد للہ کہ آج نہ صرف میری پیشگوئی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کمال صفائی سے پوری ہوگئی۔

منہ ،حاشیہ)۔اگر میں اس کو مباہلہ کے لئے نہ بلاتا اور اگر میں اس پر بددعا نہ کرتا اور اس کی ہلاکت کی پیشگوئی شائع نہ کرتا تو اس کا مرنا اسلام کی حقیت کے لئے کوئی دلیل نہ ٹھہرتا۔''

(بحوالہ حقیقت الوحی روحانی خزائن جلد22صفحہ513)

یعنی اس کی عبرتناک موت اسلام کی صداقت کا ایک نشان تھی۔آج امریکہ میں ڈوئی کو کوئی نہیں جانتا اور اپنے شہر صیحون (Zion) کے بارے میں اس کے تمام منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔اس کی تعمیر کردہ عمارتیں ویران، برباد اور تباہ شدہ ہیں اور ڈوئی کی نامرادی پر مرثیہ خواں ہیں لیکن مسیح موعودؑ اور آپ کے آقا ﷺ کا جھنڈا مشرق و مغرب میں لہرا رہا ہے۔

خدا کے اس شیر کے مقابل پر ہندوؤں میں سے یعنی آریہ سماج سے پنڈت لیکھرام آپ کے مقابل پر نکلا تو عین پیشگوئیوں کے مطابق خدا کے غضب کی چھری سے عید کے دوسرے دن قتل کیا گیا۔حضور علیہ السلام نے اس کو مخاطب کر کے یہ تنبیہہ کی تھی کہ:۔

الا اَے دشمنِ ناداں و بے راہ
بترس از تیغ بُرّانِ محمدؐ
الا اے منکر از شانِ محمدؐ
ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام و نشاں است
بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

خبردار اے اسلام کے نادان اور گمراہ دشمن!! تو محمد ﷺ کی کاٹنے والی تلوار سے ڈر۔ اے وہ جو شان محمدؐ اور آپ کے کھلے کھلے نور کا منکر ہے اگر چہ کرامت بے نام و نشاں ہے لیکن محمد ﷺ کے غلام سے اس کا مشاہدہ کر۔

لیکھرام کے تعلق میں آپ کی غیرتِ اسلام کا ایک اور واقعہ بیان کرتا ہوں۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ:۔

جب ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کسی سفر میں ایک سٹیشن پر گاڑی کا انتظار کر رہے تھے اور آپ وضو کرنے میں مصروف تھے کہ وہاں پنڈت لیکھرام کا گزر ہوا۔اس نے آپ کو ہندوانہ طرز پر سلام کیا لیکن حضورؑ نے کوئی جواب نہ دیا۔پھر اس نے دوسرے رخ سے آکر سلام کیا تب بھی آپ نے جواب نہ دیا اور وہ وہاں سے چلا گیا جب صحابہؓ نے اس بات کا ذکر حضورؑ سے کیا تو آپ نے فرمایا:

''ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے۔''

یہ اس شخص کا کلام ہے جو ہر طبقہ کے لوگوں کیلئے مجسم رحمت تھا۔ہندوؤں میں اس کے روز کے ملنے والے دوست تھے اور اس نے ہر کسی کے ساتھ انتہائی شفقت اور انتہائی ہمدردی کا سلوک کیا مگر جب اسکے آقا اور اسکے محبوب ﷺ کے لئے غیرت کا سوال آیا تو اس سے بڑھ کر ننگی تلوار کوئی نہ تھی۔

(سیرت طیبہ صفحہ 30-31)

آپ کی اس کیفیت اور آپ جس طرح اسلام کی، رسول اللہ ﷺ کی اور اللہ کی غیرت میں جہاد کرتے ہوئے تمام دشمنان اسلام سے نبرد آزما ہوئے جبکہ کسی اور مسلمان کو اس میدان میں آنے کی جرأت نہ ہوئی اس نے آپ کے مخالفین کے دل و دماغ پر اتنا گہرا اثر چھوڑا کہ وہ یہ اقرار کرنے پر مجبور ہوئے کہ:۔

''وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔جو شورِ قیامت ہو کر خفتگان خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا۔۔دنیا سے اٹھ گیا۔۔۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے۔ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو' ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔یہ نازشِ فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔۔۔اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے' ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے۔۔۔مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا، قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔۔۔آئندہ اُمید نہیں کہ

ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔''

(ابو الکلام آزاد اخبار وکیل امرتسر بحوالہ حیات طیبہ صفحہ362)

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمیشہ یہ درد اور تڑپ رہتی تھی کہ کسی طرح مذاہب اور خاص طور پر عیسائیت اور اسلام کا جھگڑا ہمیشہ کے لئے اسلام کے حق میں نپٹ جائے چنانچہ 14 ستمبر 1894 میں آپؑ نے انجام آتھم میں اس غرض کے لئے دو تجاویز دیں۔فرمایا:۔

''گورنمنٹ اپنی مہمات ملکیہ میں مصروف ہے۔اسکو اس فیصلہ کیلئے تو فرصت نہیں کہ توحید اور تین مجسم خداؤں کے عقیدہ کے بارے میں کچھ اپنی رائے لکھے اور وہ کارروائی کرے جیسا کہ تیسری صدی کے بعد کانسٹنٹائن فرسٹ (Constantine First) قسطنطنیہ کے بادشاہ نے اڑھائی سو بشپ کو جمع کر کے اپنے اجلاس میں مؤحد عیسائیوں اور تین اقنوم کے قائل عیسائیوں کا باہم مباحثہ کرایا تھا اور آخر کار فرقہ مؤحدین کو ڈگری دی تھی اور خود انکا مذہب بھی قبول کر لیا تھا۔ایسا ہی گورنمنٹ عالیہ بھی کرے''۔

پھر دوسری تجویز دیتے ہوئے آپ نے لکھا:۔

''لیکن یہ گورنمنٹ ایسے تنازعات میں پڑنا نہیں چاہتی پس یہ روز افزوں جھگڑے کیونکر فیصلہ پاویں۔مباحثات کے نیک نتیجہ سے تو نومیدی ہو چکی۔۔۔سو اس نومیدی کیوقت میں میرے نزدیک ایک نہایت سہل و آسان طریق فیصلہ ہے۔اگر پادری صاحبان قبول کر لیں اور وہ یہ کہ اس بحث کا جو حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے خدا تعالیٰ سے فیصلہ کرایا جائے۔۔۔ایسا خدائی فیصلہ کرانے کے لئے سب سے زیادہ مجھے جوش ہے اور میری دلی مراد ہے کہ اس طریق سے یہ روز کا جھگڑا انفصال پا جائے۔اگر میری تائید میں خدا کا فیصلہ نہ ہو تو میں اپنی کل املاک منقولہ وغیر منقولہ جو دس ہزار روپیہ سے کم نہیں ہوں گی عیسائیوں کو دے دوں گا۔اور بطور پیشگی تین ہزار روپیہ تک ان کے پاس جمع بھی کرا سکتا ہوں۔اس قدر مال کا میرے ہاتھ سے نکل جانا میرے لئے کافی سزا ہو گی۔علاوہ اس کے یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ میں اپنے دستخطی اشتہار سے شائع کر دوں گا کہ عیسائی فتحیاب ہوئے اور میں مغلوب ہوا اور یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ اس اشتہار میں کوئی بھی شرط نہ ہو گی لفظاً نہ معناً۔

اور ربّانی فیصلہ کے لئے طریق یہ ہو گا کہ میرے مقابل پر ایک معزز پادری صاحب۔۔۔میدان مقابلہ کے لئے جو تراضی طرفین سے مقرر کیا جائے طیار ہوں۔پھر بعد اسکے ہم دونوں معہ اپنی اپنی جماعتوں کے میدان مقررہ میں حاضر ہو جائیں اور خدا تعالیٰ سے دعا کے ساتھ یہ فیصلہ چاہیں کہ ہم دونوں میں سے جو شخص درحقیقت خدا تعالیٰ کی نظر میں کاذب اور مورد غضب ہے، خدا تعالیٰ ایک سال میں اس کاذب پر وہ قہر نازل کرے جو اپنی غیرت کی رو سے ہمیشہ کاذب اور مکذب قوموں پر کیا جاتا ہے۔۔۔سوائے پادری صاحبان! دیکھو کہ میں اس کام کے لئے کھڑا ہوں۔اگر چاہتے ہو کہ خدا کے حکم سے اور خدا کے فیصلہ سے سچے اور جھوٹے میں فرق ظاہر ہو جائے تو آؤ تا ہم ایک میدان میں دعاؤں کے ساتھ جنگ کریں تو جھوٹے کی پردہ دری ہو ۔۔۔ سو ہم دونوں میں سے جو صادق ہو گا خدا اسکی ضرور حمایت کرے گا۔یہ بات یاد رکھو کہ جو شخص خدا کی نظر میں ذلیل ہے وہ اس جنگ کے بعد ذلت دیکھے گا جو اس کی نظر میں عزیز ہے تو وہ عزت پائے گا۔۔۔

سو ہم دونوں اس طرح پر دعا کریں گے کہ اے خدائے قادر! اس وقت ہم بالمقابل دو فریق کھڑے ہیں ایک فریق یسوع بن مریم کو خدا کہتا ہے اور نبی اسلام کو سچا نبی نہیں جانتا اور دوسرا فریق عیسیٰ بن مریم کو رسول مانتا اور محض بندہ اس کو یقین کرتا ہے اور پیغمبر اسلام کو درحقیقت سچا اور یہود اور نصاریٰ میں فیصلہ کرنے والا جانتا ہے۔سو ان دونوں فریقوں میں سے جو فریق تیری نظر میں جھوٹا ہے اس کو ایک سال کے اندر ہلاک کر اور اپنا ویل اس پر نازل کر اور چاہیئے کہ ایک فریق جب دعا کرے تو دوسرا آمین کہے اور جب وہ فریق دعا کرے تو یہ فریق آمین کہے۔۔۔اور اگر اس رسالہ کے شائع ہونے کے بعد دو ماہ تک کوئی بھی نہ نکلا اور صرف شیطانی عذر بہانہ سے کام لیا تو پنجاب اور ہندوستان کے تمام پادریوں کے جھوٹے ہونے پر مہر لگ جائے گی اور پھر خدا اپنے طور سے جھوٹ کی بیخ کنی کرے گا۔یاد رکھو کہ ضرور کرے گا۔کیونکہ وقت آ گیا۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔میرزا غلام احمد از قادیان 14 ستمبر 1896۔''

(انجام آتھم صفحہ43-44)

آپؑ کی زندگی میں اللہ کے لئے، رسول اللہ ﷺ کے لئے، اسلام کے لئے، قرآن کے لئے غیرت کے عجیب نمونے نظر آتے ہیں اور جس طرح اسلام کے لئے آپ اپنی گفتگو اور اپنی تحریرات میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے تھے ان کی بھی ایک انوکھی شان ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ:۔

''حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ تمہارے بھائی مبارک احمد مرحوم سے بچپن کی بے پروائی میں قرآن شریف کی کوئی بے حرمتی ہوگئی۔اس پر حضرت مسیح موعودؑ کو اتنا غصہ آیا کہ آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور آپ نے بڑے غصہ میں مبارک احمد کے شانہ پر ایک طمانچہ مارا جس سے اس کے نازک بدن پر آپ کی انگلیوں کا نشان اُٹھ آیا اور آپ نے اس غصہ کی حالت میں فرمایا کہ اس کو اس وقت میرے سامنے سے لے جاؤ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مبارک احمد مرحوم ہم سب بھائیوں میں سے عمر میں چھوٹا تھا اور حضرت صاحبؑ کی زندگی میں ہی فوت ہوگیا تھا۔حضرت صاحبؑ کو اس سے بہت محبت تھی۔''

(سیرت حضرت ام المؤمنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ حصہ دوم مصنفہ شیخ یعقوب علی عرفانیؓ کبیر صفحہ216)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ:۔

''جب حضرت چوہدری رستم علی خان صاحبؓ کا اکلوتا بیٹا فوت ہوگیا۔اس وقت انکی اہلیہ حضورؑ کے گھر میں تھیں انہوں نے اس پر رونا شروع کیا اور ان کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ''ارے ظالم تو نے مجھ پر بڑا ظلم کیا'' جب حضرت مسیح موعودؑ کے کان میں یہ آواز پڑی تو حضورؑ اپنے کمرے سے باہر تشریف لائے اور رنج کے عالم میں بڑے جوش سے فرمایا کہ ''اسی وقت یہ مردار عورت میرے گھر سے نکل جائے''۔

اس سے پچھلی رات حضورؑ نے خواب دیکھی تھی اس کے بارے میں فرمایا:۔

''میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میرے خدا کو کوئی گالیاں دیتا ہے۔ مجھے اس کا بڑا صدمہ ہوا۔''

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر13صفحہ360-361)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ نے بیان کیا کہ:۔

''ایک دفعہ ایک طبیب کو حضورؑ کے علاج کے لئے بلایا گیا تو اس نے کہا کہ ''دو دن میں آپ کو آرام کردوں گا''۔یہ سن کر حضرت صاحبؑ اندر چلے گئے اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو رقعہ لکھا کہ اس شخص سے میں علاج ہرگز نہیں کرانا چاہتا۔ یہ کیا خدائی کا دعویٰ کرتا ہے۔اس کے لئے واپسی کرایہ کا روپیہ اور مزید بیس پچیس روپے بھیج دیئے کہ یہ دے کر اسے رخصت کردو۔

(سیرۃ المہدی حصہ چہارم غیر مطبوعہ نمبر1039)

کرم دین کے مقدمہ کے دوران ایک دن خواجہ کمال الدین صاحب نے حضرت صاحبؑ کی خدمت میں عرض کیا جج کا خیال ہے کہ کرم دین سے صلح ہو جانی چاہیئے۔ یہ سن کر حضرت اقدسؑ اٹھ کر بیٹھ گئے اور چہرہ سرخ ہوگیا۔اور فرمایا''آپ نے کیوں نہ کہہ دیا کہ صلح اس معاملہ میں ناممکن ہے۔کرم دین کا الزام ہے کہ میں اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہوں۔پس یہ خدا کے ساتھ جنگ ہے۔۔۔اور اگر میں صلح کرلوں تو گویا اپنے دعوٰیٔ نبوت کو خود جھوٹا ثابت کردوں۔'' دیر تک حضرت اس معاملہ میں کلام فرماتے رہے اور چہرہ پر آثار ناراضگی تھے۔ یہاں تک کہ کھڑے ہوگئے اور ٹہلنے لگے۔''

(سیرۃ المہدی حصہ چہارم غیر مطبوعہ روایت نمبر1207)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کی روایت ہے کہ:۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فطرت میں تبلیغ اسلام کا جوش اس قدر تھا کہ آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ بعض اوقات مجھے خطرہ ہوتا ہے کہ اس جوش سے میرا دماغ نہ پھٹ جائے۔''

(حیات النبیؑ صفحہ 150)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کی روایت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

''میری جائداد کا تباہ ہونا اور میرے بچوں کا آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہونا مجھ پر آسان ہے بہ نسبت دین کی ہتک اور استخفاف کے دیکھنے اور اس پر صبر کرنے کے''۔

(حیات النبیؑ صفحہ160)

حضرت شیخ غلام حسین صاحب لدھیانویؓ بیان فرماتے ہیں:۔

''۔۔۔مولوی فتح دین صاحب سیالکوٹیؓ نے بیان کیا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک مرتبہ حاضر ہوا۔ یہ نہایت ابتدائی زمانہ کی بات ہے۔ میں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک ہی کمرے میں سوگئے۔ آدھی رات کو میری آنکھ کھلی تو عجیب نظارہ میں نے دیکھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام شدت درد کی وجہ سے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں۔ میں سخت ڈرا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔

میں نے جرأت نہ کی کہ حضورؑ کو مخاطب کرسکوں۔حضورؑ ایک کونے سے دوسرے کونے کی طرف لوٹتے ہوئے چلے جاتے اور پھر اسی طرح واپس آجاتے ہیں۔ میں نے سمجھا کہ شاید درد گردہ کا دورہ ہے۔تھوڑی دیر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پرسکون کی حالت طاری ہوئی اور میں بھی خاموش ہوکر سو رہا۔صبح میں نے حضورؑ سے ذکر کیا کہ حضورؑ میری آنکھوں نے رات ایسا نظارہ دیکھا حضورؑ کو کچھ تکلیف تھی۔حضورؑ کچھ عرصہ خاموش رہے۔پھر فرمایا میاں فتح دین! تم اس وقت جاگ رہے تھے۔میں جس وقت نماز کے لئے اٹھا تو اس وقت تو تم سو رہے تھے اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی میری اس کیفیت کو دیکھے جو درد کی وجہ سے مجھ پر طاری ہوجاتی ہے۔اب تم نے دیکھ لیا ہے تو مجھے بتلانا پڑا ہے۔اصل بات یہ ہے کہ جب اسلام کی خستہ حالی اور پریشانی کا خیال مجھے آتا ہے تو میں بے قرار ہوجاتا ہوں اور میرے پر درد کی حالت طاری ہوجاتی ہے۔''

(رجسٹر روایات صحابہ جلد نمبر 13 صفحہ 204-205)

حضرت بابو برکت علی صاحب جنرل سیکرٹری انجمن احمدیہ گجرات کی روایت ہے کہ انہیں حضرت حکیم حسام الدین صاحبؓ نے بتایا کہ:۔

''جب حضرت مسیح موعودؑ سیالکوٹ میں ملازم تھے اور اس وقت آپؑ عالمِ شباب میں تھے تو میں نے اس وقت آپ کو دیکھا کہ آپ سوائے کچہری کے اوقات کے ہر وقت عبادت میں رہتے تھے اور کوئی ایک آیت قرآن مجید کی سامنے لٹکا لیتے تھے۔ میں اکثر آپؑ کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔جب آتا تو کوئی نہ کوئی آیت سامنے لکھ کر لٹکائی ہوتی تھی۔آخر میں نے ایک دن دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ میں مختلف اوقات میں مختلف آیات کو لٹکی ہوئی دیکھتا ہوں۔ایک وقت میں ایک آیت ہے اور دوسرے وقت میں اس کی جگہ دوسری یہ کیا تماشا ہے؟ آپؑ نے جواب دیا کہ تجھے اس سے کیا؟۔۔۔آخر میں نے بہت اصرار کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ اسلام اور آنحضرت ﷺ پر دس ہزار اعتراض ہوا ہے۔تو میں نے کہا کہ کیا ہوا آپ کو اس سے کیا غرض؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں تو برداشت نہیں کرسکتا۔تو میں نے کہا پھر آپ کیا کرتے ہیں؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ میں وہ آیات جن پر مخالفین نے اعتراضات کئے ہیں۔ان میں سے ایک ایک آیت کے لئے دعا کرتا رہتا ہوں۔جب تک اس کا جواب نہیں ملتا تب تک اسے نہیں چھوڑتا۔ جب اس کا جواب مل جاتا ہے تو دوسری آیت لٹکا دیتا ہوں۔پس جتنا عرصہ وہ سیالکوٹ میں رہے ہیں اسی طرح کرتے رہے۔پھر جب آپ سیالکوٹ سے چلے گئے اور دعویٰ کیا تو اس وقت میں نے آپ کو مان لیا۔اس لئے کہ آپ کی جوانی کی زندگی بالکل پاک تھی اور قرآن مجید خدا سے سیکھا تھا۔''

(الحکم 28/جولائی 1938 صفحہ 3 کالم 2,1)

حضرت حکیم قطب الدین صاحب بدوملہویؓ ایک روایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''ایک دن حضرت صاحبؑ اندر سے مسجد میں تشریف لائے۔فرمایا میری قوم نے خدا جانے کیوں اس قدر سختیاں مجھ پر روا رکھی ہیں۔طرح طرح پر ایذا دیتے ہیں۔ادھر یہ حال ہے کہ غیر قوموں کے اسلام اور بانی اسلامؐ پر زور و شور سے حملے ہو رہے ہیں۔اس طرف ان کا قطعاً خیال نہیں اور مجھے ایذا رسانی کے درپے ہوتے ہیں۔آج ایک پادری کا خط آیا ہے۔جس میں مَیں نے پڑھا تو میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔میں نے اچھی طرح پڑھا بھی نہیں کیونکہ مجھے بہت رونا آیا کہ مسلمانوں کی کیا حالت ہوگئی۔وہ کیوں رسول کریم ﷺ کی عزت کی پرواہ نہیں کرتے۔یہ پادری لوگ کیسے بیباکانہ حملے آپ ﷺ پر کرتے ہیں اور عجیب مسلمان ہیں کہ وہ میرے درپئے آزار ہیں اور انہیں رسالتمآب ﷺ کی عزت کا فکر نہیں ہے۔''

(سیرت احمد صفحہ 149-150، از حضرت قدرت اللہ سنوریؓ مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ 1962)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''۔۔۔زمانہ کی حالت کو دیکھو اور آپ ہی ایماناً گواہی دو۔کیا یہ وقت وہی وقت نہیں ہے جس میں الٰہی مددوں کی دین اسلام کو ضرورت ہے۔اس زمانہ میں جو کچھ دین اسلام اور رسول کریم ﷺ کی توہین کی گئی اور جس قدر شریعت ربانی پر حملے ہوئے اور جس طور سے ارتداد اور الحاد کا دروازہ کھلا، کیا اس کی نظیر کسی دوسرے زمانہ میں بھی مل سکتی ہے؟۔۔۔اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دشنام دہی کی کتابیں نبی کریم ﷺ کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کرلیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا

جوان گالیوں اوراس توہین سے جو ہمارے رسول کریم ﷺ کی کی گئی، دُکھا۔‘‘

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد نمبر5صفحہ51-52)

’’۔۔۔اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو، اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلاء سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں۔ اگر چہ ایک ابتلاء نہیں کروڑ ابتلاء ہوں۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے۔‘‘

من نہ آنستم کہ روز جنگ بینی پشت من
آن منم کا ندرمیان خاک وخوں بینی سرے

’’میں وہ نہیں ہوں کہ جنگ کے دن تو میری پیٹھ دیکھے میں وہ ہوں کہ خاک وخوں کے درمیان تو میرا سر دیکھے گا۔‘‘

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پر خار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے۔۔۔اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے اور ان کا پچھلا حال ان کے پہلے سے بدتر ہوگا۔‘‘

(انوار الاسلام روحانی خزائن جلد9صفحہ23)

’’۔۔۔اور پادریوں نے ہمارے دین کی نسبت کوئی دقیقہ طعن کا اٹھا نہیں رکھا اور ہمارے نبی ﷺ کو گالیاں دیں اور بہتان لگائے اور دشمنی کی۔۔۔اور تھوڑی مدت سے ایک لاکھ کتاب انہوں نے ایسی تالیف کی ہے جس میں ہمارے دین اور رسول اللہ ﷺ کی نسبت بجز گالیوں اور بہتان اور تہمت کے اور کچھ نہیں اور ایسی پلیدی سے وہ تمام کتابیں پُر ہیں کہ ہم ایک نظر بھی ان کو دیکھ نہیں سکتے۔۔۔پس اسلام پر وہ مصیبتیں پڑیں جن کی نظیر پہلے زمانوں میں نہیں ہے۔ پس وہ اس شہر کی طرح ہو گیا جو مسمار ہو جائے اور اس جنگل کی طرح جو وحشیوں سے بھر جائے اور اب ہمارا ملک وہ ملک ہے جس کے باشندے جڑ سے اکھاڑے گئے اور ان کی تمام جمعیت متفرق ہو گئی۔ اب جس نے رونا ہو اس ملک پر رو دے اور مجھے اسلام کے پہلے آثار پر بہت غم ہوا کہ وہ کیونکر دور ہو گئے اور نیز دنوں پر بھی افسوس ہوا کہ وہ کیسے بدل گئے اور لوگوں نے سیدھی راہ کو چھوڑ دیا۔۔۔‘‘

(نجم الھدیٰ ، روحانی خزائن جلد14صفحہ64-68)

’’۔۔۔میں اس بیماردار کی طرح جو اپنے عزیز بیمار کے غم میں مبتلا ہوتا ہے اس ناشناس قوم کیلئے سخت اندوہ گیں ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اے قادر ذوالجلال خدا، ہمارے ہادی اور رہنما!! ان لوگوں کی آنکھیں کھول اور آپ ان کو بصیرت بخش اور آپ ان کے دلوں کو سچائی اور راستی کا الہام بخش اور یقین رکھتا ہوں کہ میری دعائیں خطا نہیں جائیں گی کیونکہ میں اُس کی طرف سے ہوں اور اس کی طرف بلاتا ہوں‘‘۔

(مکتوبات احمدیہ جلد ششم صفحہ98مکتوب نمبر23بنام شیخ محمد حسین بٹالوی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:۔

’’اگر اس عاجز کی فریادیں رب العرش تک پہنچ گئی ہیں تو وہ زمانہ کچھ دور نہیں جو نور محمدی ﷺ اس زمانہ کے اندھوں پر ظاہر ہو اور الٰہی طاقتیں اپنے عجائبات دکھلاویں۔‘‘

(مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ5مکتوب نمبر4بنام میر عباس علی صاحب لدھیانوی)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد جگہ مختلف پیرایوں میں دین کے لئے غیرت کا مضمون بیان فرمایا ہے۔ سورہ مائدہ کی آیت 58 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ان کو جنہوں نے تمہارے دین کو تمسخر اور کھیل تماشا بنا رکھا

ہے اور کفار کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔

(ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

قرآن کریم اس غیرت کے جو تقاضے ہیں اس پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالتا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ کچھ مومن تو ایسے ہیں کہ اپنے آپ کو خدا کے حضور میں بیچ ہی ڈالتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا کہ تمہارا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا جب تک اللہ اور اس کا رسولؐ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ تمہیں پیارا نہ ہو جائے۔

(بخاری کتاب الایمان)

غیرت دین اور خدمت دین لازم وملزوم ہیں۔ یہ اسلام کے لئے ایک غیرت ہی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب سے ہوش سنبھالا اپنی زندگی خدا کے لئے وقف کر دی۔

آپؑ فرماتے ہیں:۔

''میں خود جو اس راہ کا تجربہ کار ہوں اور محض اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کے لئے اگر مر کر پھر زندہ ہوں اور پھر مروں اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے۔۔۔ اور اس وقف کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جاوے کہ اس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں ہے بلکہ تکلیف اور دکھ ہوگا تب بھی میں اسلام کی خدمت سے رُک نہیں سکتا۔ اس لئے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیات طیبہ یا ابدی زندگی کا طلب گار ہے تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اس کی روح بول اٹھے

اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔۔۔

پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف میں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے اور خدا کے لئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں۔''

(الحکم نمبر 31 جلد 4 صفحہ 3-4 مورخہ 31/اگست 1900 بحوالہ ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد دوم صفحہ 99-100)

پس اے میرے بھائیو! پس اے جماعت احمدیہ! اپنے آقا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے اندر دین کی غیرت کو اور اجاگر کرو اور پہلے سے زیادہ اپنے آپ کو خدا کے لئے وقف کرو۔

ایک دفعہ پھر نوبت محمدیؐ کو اس زور سے بجاؤ کہ دنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اٹھیں اور تمہاری دین کے لئے انتھک کوششوں اور تمہاری دعاؤں اور تمہاری دردناک آوازوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آ جائے اور جیسے اس کی آسمان پر بادشاہت ہے زمین پر بھی قائم ہو اور فتح کا جھنڈا تمہارے ذریعہ ہاں تمہارے ذریعہ سے خدا کے فضل اور اطاعتِ خلافت کے نیچے ہی محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھوں میں دے دیا جائے۔ **اللّٰھم صل علی محمد و علی اٰل محمد۔**

☆......☆......☆

وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ

سیدنا حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''قرآن مجید میں تو یہ مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی علامت بیان کی گئی ہے کہ:

وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ

(التکویر: 14)

یعنی اس زمانہ میں جنت قریب کی جائے گی میں سمجھتا ہوں کہ اس کا صحیح ترجمہ وصیت ہی ہے۔ یعنی مسیح موعود کے زمانہ میں جنت اس طرح قریب کر دی جائے گی کہ لوگوں کو یقین ہو جائے گا کہ فلاں کو جنت مل گئی۔''

(خطبہ جمعہ 26/اگست 1932 مطبوعہ الفضل یکم ستمبر 1932 صفحہ 10)

شہیدانِ مونگ کا خونِ ناحق

لطف الرحمٰن محمود

کتنی دردناک کیفیت ہے، 7راکتوبر 2005 کا دن طلوع ہوا چاہتا ہے۔ جمعۃ المبارک سے وابستہ برکتوں اور رحمتوں کا نُور ہر سمت پھیل رہا ہے۔ منڈی بہاؤالدین کے نواح میں ایک گاؤں، مونگ کی احمدیہ مسجد میں، روزہ رکھنے کے بعد احمدی مسلمان نمازِ فجر ادا کر رہے ہیں۔ یہ نمازی دوسری رکعت میں ہیں۔ مسجد کے باہر تین نقاب پوش دہشت گرد موٹر سائیکل پر آ کر رُک جاتے ہیں۔ ان میں 2 انسان نُما درندے خودکار رائفلوں سے نمازیوں پر فائرنگ شروع کر دیتے ہیں اور اُنہیں صفوں پر گرتا اور تڑپتا چھوڑ کر فرار ہو جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ یادِ الٰہی میں محو اِن نمازیوں پر وار کرنے والے اِن سُورماؤں نے اپنے خدّ و خال نقابوں میں چھپا رکھے ہیں۔ واردات کے ایک دو منٹ بعد 5 بجے صبح گلی سے گُزرنے والے چشم دید گواہ، ڈاکٹر مسعود نے ان نقاب پوش دہشت گردوں کو وہاں سے فرار ہوتے دیکھا۔ جہادی دہشت گردوں کا طریق کار یہی ہے کہ ایک شخص جائے واردات کے باہر، موٹر سائیکل یا کار وغیرہ کے پاس تیار رہتا ہے اور واردات کے بعد مجرموں کو لے کر ہوا ہو جاتا ہے۔ پہلے ہی سے فرار کی راہیں اور پناہ کی منزلیں متعیّن ہوتی ہیں۔ چند سال پہلے تک یہ لوگ ''علاقہء غیر'' یعنی افغانستان سے ملحق سرحدی مقامات کو بھاگ جاتے تھے جہاں اِن کے تربیتی مراکز اور محفوظ پناہ گاہیں موجود تھیں۔ 11 رستمبر 2001 کو ہونے والی دہشت گردی کے بعد امریکی ردِّ عمل کے نتیجے میں صورتِ حال بدل گئی۔ اب یہ لوگ آزاد کشمیر یا مانسہرہ وغیرہ کا رُخ کرتے ہیں جو کسی زمانے میں طالبان کا ایک تربیتی مرکز رہا ہے اور اب بھی اُن کے ہمدردوں کا گڑھ ہے۔ چند سال قبل مری کے کرسچئین سکول پر دھاوا بولنے کے بعد دہشت گرد آزاد کشمیر فرار ہو گئے تھے۔ رمضان المبارک کے پہلے جمعہ کے اُلوہی لمحات میں 8 نمازی شہید اور 16 سے زائد زخمی ہوئے۔

شُہداء کے نام مع عمر درج ذیل ہیں:

1۔ مکرم راجہ محمد اشرف صاحب 73 سال

2۔ مکرم محمد اسلم صاحب 70 سال

3۔ مکرم الطاف محمود صاحب 43 سال

4۔ مکرم راجہ لہراسپ صاحب 34 سال

5۔ مکرم راجہ عابد محمود صاحب 30 سال

6۔ مکرم راجہ عبدالمجید صاحب 30 سال

7۔ مکرم نوید احمد صاحب 24 سال

8۔ عزیزم یاسر احمد ابن محمد اسلم صاحب 15 سال

یاد رہے کہ زخمیوں میں 12 سال کا ایک بچہ راجہ عدنان احمد بھی شامل ہے۔

جماعتِ احمدیہ مُسلمہ شروع ہی سے راہِ خدا میں جانوں کا نذرانہ پیش کرتی آئی ہے۔ 14 رجولائی 1903 کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں حضرت صاحبزادہ سید محمد عبدالطیف شہید کو کابل میں سنگسار کیا گیا۔ اس سے کچھ عرصہ قبل اُن کے ایک شاگرد اور حضرت اقدسؑ کے ایک صحابی حضرت میاں عبدالرحمٰن صاحب کو قید خانے میں گلا گھونٹ کر شہید کر دیا گیا۔ حضرت اقدسؑ نے ان دو شہادتوں کی تفصیل اپنی تصنیف ''تذکرۃ الشہادتین'' میں درج فرمائی ہے۔ حضورؑ نے اِس ضمن میں یہ بھی تحریر فرمایا:۔

''ہائے اس نادان امیر نے کیا کیا کہ ایسے معصوم شخص کو کامل بے دردی سے قتل کر کے اپنے تئیں تباہ کر لیا۔ اے کابل کی زمین تُو گواہ رہ کے تیرے پر سخت جُرم کا ارتکاب کیا گیا۔ اے بدقسمت زمین تُو خدا کی نظر سے گر گئی کہ تُو اس ظلمِ عظیم کی جگہ ہے۔''

(روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 74)

بعض ظُلم اتنے سنگین ہوتے ہیں کہ اُن کی سزا کا سلسلہ لمبے عرصے تک جاری رہتا

ہے۔کسی نے خُوب کہا ہے ۔

لمحوں نے خطا کی تھی' صدیوں نے سزا پائی

اس ظالمانہ قتل پر ایک صدی بیت چکی ہے مگر ملائکہ قضا وقدر نے ابھی تک حساب بے باق نہیں کیا۔آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا!

کسی مسجد کے اندر موجود احمدیوں پر ایسا حملہ پہلی بار نہیں ہوا۔تخت ہزارہ اور گھٹیالیاں کے احمدیوں کواُن کی مساجد کے اندر شہید اور زخمی کیا جاچکا ہے۔اُس وقت دہشت گردوں پر ہاتھ ڈالنے کی بجائے مظلوم احمدیوں ہی کو پولیس نے گرفتار کرلیا۔سرکاری اہل کاروں میں سے بعض ازلی بدبختوں کوایسی شقاوت سے حصہ ملتا ہے لیکن مظلوم ہونے کے باوجود مُجرم بنائے جانے کی سعادت بہت کم خُوش نصیبوں کومیسّر آتی ہے ع

ہر مُدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

اہلِ حق کے خلاف تشدّد کی سچی کہانی بہت طویل ہے اور اتنی ہی پُرانی جتنی کہ الہامی مذاہب کی تاریخ۔ظالم اور سفّاک دُشمنانِ حق،اللہ والوں پر ظلم ڈھا کر بغلیں بجاتے رہے ہیں۔قرآن وحدیث اور تاریخ ادیان میں انبیاء اور اُن کی اُمتوں کے بعض واقعات کا ذکر محفوظ ہے۔فرعون نے حضرت موسیٰؑ کے ربّ پر ایمان لانے والے ساحروں کو مخالف سمتوں میں ہاتھ پاؤں کاٹنے اور مصلوب کرنے کی دھمکی دی تھی۔(سورۃ الاعراف:125) اس سے قبل ابوالانبیاء سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو مخالفوں نے آگ کے الاؤ میں جھونکنے کی سازش کی(سورۃ الانبیاء:69)۔خوداُن کے باپ آزر نے اُنہیں سنگسار کرنے کی دھمکی دی(سورۃ مریم:47). ہیکلِ سُلیمانی کے سردار کاہن قیافا اور دیگر یہودی عُلماء حضرت مسیح ابن مریمؑ کی تکفیر کے بعد اُنہیں صلیب پر کھنچوانے کے لئے رُومی گورنر پیلاطُوس(Pilate) کے پاس لے گئے۔خود حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے لئے دارُالندوہ میں منصوبہ تیار کیا گیا اور مختلف خاندانوں کے مسلّح جوانوں کو حضورؐ پر یکدم حملہ کرنے کے لئے متعیّن کردیا گیا مگر اللہ تعالیٰ نے آقائے نامدارؐ کو بخیریت یثرب پہنچادیا۔

(تفاصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، علامہ شبلی نعمانی، الفیصل ناشران لاہور ایڈیشن 1991صفحات170,169) .

حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض سابقہ اُمتوں کے مومنوں پر مخالفین کے مظالم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کس طرح اُنہیں آروں سے چیرا گیا اور بعض کے گوشت پوست کو لوہے کے کنگھوں سے اُن کی ہڈیوں سے الگ کرکے شہید کیا گیا مگر وہ لوگ اپنے دین سے متزلزل نہ ہوئے۔حضورؐ کے صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کی شہادتوں اور عقوبتوں کا ذکر تاریخ اسلام میں محفوظ ہے۔حضرت سمیّہؓ اور اُن کے شوہر حضرت یاسرؓ کی شہادتیں مشہور واقعات ہیں۔حضرت زنیرہؓ وہ صحابیہ ہیں جنہیں ابوجہل نے مار مار کر اندھا کردیا تھا۔خاندانِ یاسرؓ پر مُشرکینِ مکّہ نے جب ظُلم کی انتہا کردی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں تلقینِ صبر کرتے ہوئے جنت الفردوس کی بشارت دی۔

صَبْرًا اٰلَ یَاسِر فَاِنَّ مَوْعِدُکُم الْجَنَّة

(تفصیل کے لئے دیکھیئے سیرۃ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ، حضرت مرزا بشیر احمدصاحبؓ ، صفحہ141)

مونگ کے 15 سالہ یاسر کی شہادت بھی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اُسے اُن برکات وحسنات کا وارث بنائے جن کی نوید حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ بالا الفاظ میں اُمت محمدیہ کے ابتدائی دور میں حضرت یاسرؓ کو سُنائی، آمین۔اِن شہیدوں کے خُون سے ہاتھ رنگنے والے خود سوچ لیں کہ اُنہیں کن شقی القلب ظالموں سے نسبت ہے اور تاریخ کی دیوارِ لعنت پر اُن کے نام کن لوگوں کے ساتھ لکھے جائیں گے؟

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 7/اکتوبر 2005 میں سانحہ مونگ کا ذکر فرمایا۔شُہداء کی بلندیٔ درجات اور زخمیوں کی شفایابی کے لئے دُعا کی اور لواحقین کو تلقین صبر فرمائی۔اللہ تعالیٰ ان تمام لواحقین کے زخمی دلوں پر سکینت کا مرہم رکھے، آمین۔

BBC،GEO اور ARY ONE WORLD ٹی وی چینلز نے اس دردناک خبر کی تفاصیل نشر کیں۔قومی اخبارات، **جنگ،نوائے وقت،خبریں، دن اور پاکستان** نے بھی یہ خبر شائع کی۔اگلے دن قیامت خیز زلزلہ میڈیا پر چھا گیا اور یہ خبر پس منظر میں چلی گئی۔صدر مشرف، وزیر اعظم شوکت عزیز اور وزیر داخلہ آفتاب احمد شیر پاؤ نے دہشت گردی کے اس واقعہ کی مذمت کی اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے عزم کا ذکر کیا ع

تم نے پوچھا تو مہربانی کی

ہمارا یہ مُقدّمہ بھی حسبِ معمول آسمانی عدالت میں دائر ہو چکا ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں ع

کِسے وکیل کریں کس سے مُنصفی چاہیں

یہ ایک ایسی عدالت ہے، جس میں دیر تو ہوسکتی ہے اندھیر نہیں!!
اُسی دن ربوہ سے ایک مرکزی وفد مونگ پہنچا اور لواحقین سے تعزیت کی۔ نمازِ عصر کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظرِ اعلیٰ نے شہداء کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ ذرا یہ منظر ذہن میں لایئے۔ یہ آٹھ شہید جن کے جنازے سامنے رکھے ہیں۔ علی الصبح فجر کی نماز ادا کرنے گھروں سے نکلے تھے۔ اردگرد کے مقامات اور مضافات سے آنے والے 1300 کے لگ بھگ بھائیوں اور مقامی عزیزوں نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی جس کے بعد شہیدوں کو آبائی قبرستان میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ اور اُس کے بعد ع

چلا پھر سُوئے گردوں کاروانِ نالۂ شبہا

شہیدانِ مونگ کے حوالے سے میرے ذہن میں بھونچال سا آیا ہوا ہے۔ یہ دہشت گرد آخر کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتے تھے؟ اِن نمازیوں کو قتل اور زخمی کر کے اُنہوں نے اسلام اور وطنِ عزیز کی کیا خدمت سرانجام دی ہے؟ ابھی کچھ عرصہ قبل امریکہ کی طرف سے پاکستان کے احمدیوں اور اقلیتوں پر حقوقِ انسانی کی خلاف ورزیوں پر فردِ جُرم شائع ہوئی ہے جسے حکومتِ پاکستان نے یہ کہہ کر مُسترد کر دیا کہ ایسا نہیں ہے۔ پاکستان میں تمام مذاہب اور فرقوں کے لوگ بڑے امن اور چین سے رہ رہے ہیں۔ چشمِ ما روشن دلِ ما شاد. مگر چند دن کے بعد مونگ کی مسجد میں، عین حالتِ نماز میں، یہ قاتلانہ حملہ کس سرکاری دعویٰ کی بانگِ دُہل تردید کر رہا ہے؟ حکومت جس روشن خیال اعتدال پسندی (Enlightened Moderation) کا بار بار چرچا کر رہی ہے اُسے کون سبوتاژ کر رہا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ عُلماء جو حکومت کی گود میں بیٹھے ہیں، اُن کے چیلے چانٹے یہ ''خدمت'' سرانجام دے رہے ہیں؟

چلئے ایک لمحہ کے لئے میں مان لیتا ہوں کہ ہم پکّے کافر اور ضال اور یہ جہادی دہشت گرد، اسلام، ایمان، تقویٰ وطہارت اور سیرت وکردار میں اسلاف کی یادگار ہیں۔ فقط ایک استدعا ہے کہ اس دعویٰ کو ان کے اعمال اور افعال سے ثابت کر کے دکھلا دیجئے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہِ صیام کے حوالے سے ارشاداتِ عالیہ کا خُلاصہ یہ ہے کہ ہر مسلمان رمضان میں عملاً امن اور ایصالِ خیر کی علامت بن کر رہے۔ اگر اُس سے کوئی لڑائی جھگڑا کرے اور گالیاں بک کر مُشتعل کر دے تب بھی اپنا غصہ پی جائے اور جواب میں صرف اتنا کہے کہ ''اِنِّــــیْ صَــائِمٌ'' ۔ پیغمبرِ امن وامان صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے مسلمان کی آنکھ، کان، زبان، اور ہاتھ پاؤں بھی روزہ رکھیں۔ مونگ کے نمازیوں پر دھاوا بولنے والے ''یہ مردِ مومن مردِ حق'' کی یادگاریں خود جائزہ لیں کہ اُن کے حواسِ خمسہ اور ہاتھ پاؤں کا کس قسم کا روزہ تھا؟ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم تو یہ ہے کہ حالتِ جنگ میں بھی عورتوں، بوڑھوں، کم سن بچوں، راہبوں وغیرہ کو قتل نہ کیا جائے (احادیث کے مجموعہ مشکوٰۃ المصابیح نے ترمذی اور ابو داؤد کے حوالے سے اس موضوع پر کئی حدیثیں دی ہیں. ملاحظہ فرمائیے مشکوٰۃ المصابیح جلد دوم، اسلامک بُک سروس، ایڈیشن، 2001 صفحہ 381)۔ ان قاتلوں سے پوچھیئے کہ 73 اور 70 سال کے بوڑھے بزرگ اور 12 سال کا بچہ کس ذیل میں آتے ہیں؟ اسلام نے عبادت گاہوں کو بے حرمتی سے بچانا مقاصدِ جہاد میں شامل فرمایا ہے۔ دفاعی جہاد کی اجازت میں نازل ہونے والی آیات میں آزادیٔ ضمیر کے علاوہ مساجد کے ساتھ راہب خانوں، گرجوں اور یہود کے معابد کا بھی ذکر موجود ہے۔ (سورۃ الحج آیات 41,40)۔ خانۂ خدا میں نمازیوں کو قتل اور زخمی کرنا اور مسجد کے فرش کو خُونِ ناحق سے رنگین کرنا کیا اس آیتِ کریمہ (الـحـج: 41) کی کھلی کھلی خلاف ورزی نہیں؟ تمہارے علماء اسے ''جہاد'' کہتے رہیں۔ قرآن وسُنّت اسے ''فتنہ'' اور ''فساد'' ہی قرار دیتے ہیں۔ قرآن مجید اللہ کے ذکر میں حائل ہونے والوں اور مساجد میں خرابی اور بربادی کی خواہش کرنے والوں کو ظالم قرار دیتا ہے (سورہ البقرۃ: 115)۔ مُلّا بے شک تمہیں مومن، مجاہد، غازی اور ''72 حُوروں کا شوہر اور شہزادہ'' قرار دیتا رہے، تمہارا اصل قرآنی خطاب ''اَظلم'' ہی ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْ كَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَاؕ

اور اس آیت کے مطابق اس دُنیا میں ذِلّت اور آخرت میں عذاب مُقدّر رہے۔ میں آج تک مذہب کے نام پر دہشت گردی کے مؤیّد علماء کے اسلام کو سمجھ نہیں سکا۔ اس نئے اسلام کو کن منابع اور مصادر سے اخذ کیا گیا ہے؟ اس مصنوعی اسلام کا قرآنی اور محمدیؐ اسلام سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ شریف النفس، پُرامن اور ربّانی علماء کا اس میں کوئی دوش نہیں۔ اس صورتِ حال کا اصل محرّک اور مجرم جہادی مُلّا ہے جو اشتعال انگیزی اور برین واشنگ (Brain Washing) کے ذریعے لوگوں کو مشتعل کر دیتا ہے۔ یہی مُلّاں احمدیوں کو واجب القتل قرار دے کر مارنے والوں کو جنّت کا پاسپورٹ جاری کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی کسی ایک آیت میں بھی 70 یا 72 حُوروں کا ذکر موجود نہیں اور نہ ہی کوئی صحیح حدیث اس عقیدہ کی مؤیّد ہے۔ آج تک کسی دہشت گرد نے علماء سے ان آیات و احادیث کا حوالہ طلب نہیں کیا۔ بن دیکھے مرنے مارنے پر تُل جاتے ہیں۔ دراصل برین واشنگ میں اس کی نوبت ہی نہیں آتی۔ کوئی شخص اس پر بھی غور نہیں کرتا کہ ''جعلی پاسپورٹ'' منزلِ مقصود پر لے جانے کی بجائے ''جیل'' لے جاتا ہے جس کے لئے قرآن مجید نے ''سجن'' اور ''سجین'' وغیرہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

حرفِ آخر:

شہید ہونے والے ہمارے بزرگ اور نوجوان اپنے ربّ کے حضور زندہ ہیں۔ اُنہیں بارگاہِ الٰہی سے رزق مل رہا ہے اور وہ اپنے نئے گھر میں بہت خوش ہیں۔ (سورۃ ال عمران: 171,170)۔ زخمی انشاءاللہ شفا پا جائیں گے اور اُن کے سب زخم مندمل ہو جائیں گے۔ اُن کے لواحقین کو بھی اللہ تعالیٰ رضا بالقضاء کے مقام پر فائز ہونے کی توفیق عطا فرمائے گا۔ کیا اس قسم کے حالات ہمیں جادۂ مستقیم سے متزلزل کر سکتے ہیں؟ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا یہ شعر ہمارے لئے چراغِ راہ ہے ؎

خُون شہیدانِ اُمّت کا اے کم نظر،
رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا

ہر شہادت ترے دیکھتے دیکھتے،
پُھول پھل لائے گی، پُھول پھل جائے گی

جماعتِ احمدیہ کی 116 سالہ تاریخ میں یہ پہلی شہادت نہیں اور نہ ہی یہ پہلی دہشت گردی ہے۔ اس ابتلاء پر بھی ہمارا سرِ تسلیم خم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے صبر اور استقامت عطا فرمائے گا اور یہ کاروانِ صحابہ کرامؓ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے شاہراہِ غلبۂ اسلام پر رواں دواں رہے گا۔ ارواحِ شہداء کی ہم سے یہی توقع ہے ؎

قتل گاہوں سے چُن کر ہمارے عَلَم
اور نکلیں گے عُشّاق کے قافلے

ہم جانتے ہیں کہ ہر شہید کا مُصفّٰی لہو، ہر زخمی کے آبدار آنسو، ہر اسیرِ راہِ مولیٰ کی پُروقار آہیں، ہر مسجد کی پیشانی سے جبراً مٹائے جانے والے کلمہ طیبہ کے مُبارک حروف، مساجد کی خُون آلود صفیں، مُنہدم ہونے والے منارے اور شکستہ دیواریں اس نوشتۂ تقدیر کو مزید اُجاگر کرنے میں مُمد ہوں گی ؎

ہم اہلِ صفا ، مردودِ حرم
مسند پہ بٹھائے جائیں گے

لیکن ان تمام مظالم کے باوجود ہمیں تم سے نفرت نہیں کہ تم بھی ہمارے آقا و مولیٰؐ کے نام لیوا ہو۔ ہم دل سے تمہارا بھی بھلا چاہتے ہیں ؎

اے دل تو نیز خاطرِ ایناں نگاہ دار
کآخر کنند دعویٔ حُبِّ پیمبرمؐ

سُنو!! لوحِ محفوظ پر ایک تقدیرِ الٰہی رقم ہے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِىْ

(المجادلہ:22)

اسے ربِّ کریم نے افضل الرسل اور اصدق الصادقین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے قرآن کریم میں نازل فرمایا۔ مشائخ اور علماء لاکھوں کی تعداد میں پاکستان کے کُوچہ و بازار میں گردش کرتے نظر آتے ہیں۔ کاش اُن میں سے کوئی ایک رجلِ رشید تمہیں یہ سمجھا سکتا کہ تقدیرِ الٰہی کی اس چٹان سے اپنا سرِ پُرغرور ٹکرا کر اپنی دُنیا اور عاقبت برباد کرنے سے تائب ہو جاؤ۔

فریاد

ثاقبؔ زیروی

اَلَم گزیدہ ہیں دامانِ دل دریدہ ہیں
ترے حضور میں آئے ہیں غم رسیدہ ہیں
نگاہِ لطف بہ کن حالِ ما مپرس زِما
کہیں تو کیسے کہیں ہم زباں بریدہ ہیں

دلوں کی بات زبانوں پہ آ نہیں سکتی
مثالِ موجِ ہوا رنگِ رُخ پریدہ ہیں
جو ربط خاص ہے تجھ سے کسی کو کیا معلوم
عدُو سمجھتا ہے ہم آہِ نا رسیدہ ہیں

میں اپنی دیکھتی آنکھوں کو کیسے دھوکا دوں
چمن کے پھول تو افسردہ خوں چکیدہ ہیں
جھکا سکی نہ ہمیں کوئی جبر کی آندھی
ترا کرم ہے کہ اب تک بھی سرکشیدہ ہیں

متاعِ کوچہ و بازار دِیں ہے جن کے لئے
جہاں میں آج وہی لوگ برگزیدہ ہیں
فلک پہ کاہکشاں، تیرے حُسن کا پَرتو
یہ حرف و صوتِ جہاں سب ترا قصیدہ ہیں

نہ تیرا خوف دلوں میں نہ احترام ترا
ہیں بے لگام زبانیں دہن دریدہ ہیں
تُو لطفِ خاص سے اپنے نواز دے آقا
جہاں کے لُطف و کرم سے بہت کبیدہ ہیں

ترے کلام کی خدمت بھی ناروا ٹھہری
مزاجِ اہلِ زمانہ سے آبدیدہ ہیں
زمانہ کچھ بھی کہے ہم اُنہی کے ہیں ثاقبؔ
خدا کے بعد جو ہر شے سے برگزیدہ ہیں

حضرت برکت بی بی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اھلیہ

حضرت فضل محمد صاحب ہرسیاں والے رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امتہ الباری ناصر

حضرت برکت بی بی صاحبہ کا تعلق دیال گڑھ کے ایک متعصب مذہبی گھرانے سے تھا۔ میاں فضل محمد صاحب (ہرسیاں والے) سے شادی ہوئی۔ میاں صاحب نے 1895 میں قبولِ احمدیت کی توفیق پائی۔ رجسٹر روایاتِ صحابہؓ میں درج آپ کے بیان کے مطابق برکت بی بی صاحبہ نے بھی آپ کے جلد بعد بیعت کی سعادت حاصل کی۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

''جب میں بیعت کر کے اپنے گھر پہنچا تو میری بیوی نے پوچھا کہ آپ سودا لینے گئے تھے اور آپ خالی ہاتھ آرہے ہیں۔ اس پر مجھے خیال گزرا کہ حقیقتِ حال ظاہر کرنے سے یہ ناراض نہ ہو جائیں۔ مگر میں نے اُن کو سچ کہہ دیا کہ میں قادیان شریف جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر آیا ہوں۔ اس پر انہوں نے کچھ نہ کہا۔ اور کچھ عرصے کے بعد انہوں نے اپنا ایک خواب سنایا کہ میں خواب میں حج کو جا رہی ہوں اور بہت سے لوگ حج کو جا رہے ہیں اور وہ ہمارے گاؤں سے مشرق کی طرف ہے جدھر لوگ حج کو جا رہے ہیں۔ جب میں حج کی جگہ پہنچی ہوں تو میں اکیلی ہوں وہاں سیڑھیاں چڑھ کر ایک مکان کی چھت پر جا بیٹھی ہوں۔ وہاں دیکھتی ہوں کہ ایک چھوٹی عمر کا بچہ وہاں بیٹھا ہے اور اس کے ارد گرد بہت سی مٹھائی پڑی ہے۔ مجھے اس بچے کو دیکھ کر اپنا وہ بچہ یاد آ گیا جو کچھ عرصہ ہوا فوت ہو چکا ہے۔ اس پر اس بچے نے مجھے مخاطب کر کے کہا فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ تمہیں بچہ دے گا وہ احیاء ہوگا نیک ہوگا میرے خیال میں وہ جگہ قادیان شریف ہے مجھے ساتھ لے چلو۔ چنانچہ میں ان کو قادیان لے آیا اور بیعت میں داخل کرایا۔

بیعت کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں آپ سے کوئی چیز نہیں مانگتی صرف یہ چاہتی ہوں کہ آپ مجھے قادیان آنے سے نہ روکیں۔''

(رجسٹر روایات نمبر 14)

عجیب ایمان افروز نظارہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ گھر میں نیک ماحول تھا۔ مہدیٔ معہود کی آمد کا تذکرہ رہتا تھا۔ نیک شوہر کے زیر اثر بیوی نے بھی سعادت کا رنگ لے لیا تھا۔ بیعت کی خبر سے نہ مخالفت کا طوفان اُٹھا نہ صداقت کے دلائل مانگے۔ ایک مُنادی کی پُکار سنی اور سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اور اُن پاکباز خواتین میں شامل ہو گئیں جن کی خود خدا تعالیٰ نے خواب کے ذریعہ حق کی طرف رہنمائی فرمائی۔ یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ. اپنے پیارے مسیح کی طرف آنے کے راستے خود سمجھائے۔ پہلی دفعہ جب آپ قادیان پہنچیں تو میاں صاحب سے کہا کہ اب آپ مجھے راستہ نہ بتائیں بلکہ میرے ساتھ ساتھ آئیں۔ اب میں اُس راستے سے جاؤں گی جو خوابوں میں دیکھا کرتی ہوں۔ چنانچہ آپ خود گلیوں گلیوں چلتی ہوئیں دارِ مسیح تک پہنچ گئیں۔ جب پہلی مرتبہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے رُخِ انور پر نگاہ پڑی تو پہچان گئیں کہ یہ وہی بزرگ ہستی ہے جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا اور فوراً بیعت کر لی۔

بیعت کے ساتھ ہی قادیان اور اہلِ قادیان کی محبت دل میں گھر کر گئی۔ ہرسیاں سے قادیان کے جلد جلد چکر لگنے لگے اور عرصۂ قیام لمبا ہوتا گیا۔ نمازِ جمعہ کے لئے قادیان آنے لگیں۔ آپ کی برکت بی بی نام کی سہیلی بھی کبھی کبھی ساتھ ہوتیں جن کا تعلق تلونڈی جھنگلاں سے تھا۔ قادیان میں دارِ مسیح میں حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس قیام ہوتا۔ اس قیام میں حسین واقعات کی یادیں انتہائی قابلِ قدر ہیں۔

ایک دلچسپ واقعہ کا ذکر:

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کسی تصنیف میں مصروف تھے۔ ایک بچی انہیں پنکھا جھل

رہی تھی۔خدا جانے اس بچی کے دل میں کیا آئی کہ وہ ایک کھڑکی پر چڑھ کے بیٹھ گئی اور بھولپن سے فرمائش کی:

حضرت جی آپ بھی یہاں آجائیں تو میں آپ کو پنکھا کروں اور حضرت اقدس اپنا کام چھوڑ کر بچی کے پاس تشریف لے گئے۔

اس شفقت کا مورد برکت بی بی صاحبہ کی بیٹی رحیم بی بی صاحبہ تھیں (جو بعد میں محترم ماسٹر عطا محمد صاحب سے بیاہی گئیں اور محترم نسیم سیفی صاحب مرحوم ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ اُن کے صاحبزادے تھے)۔

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے Ian Adamson نے اپنی کتاب

Mirza Ghulam Amad of Qadian

کے صفحہ 144 پر لکھا ہے:

One of his wife's friends often stayed with them for a month. Her little daughter occasionally amused herself by coming into his room and fanning him as he worked. One day she found it more interesting to sit by the window. She told him,

'Come and sit over here. It is easier for me.'

Ahmad duely got up and sat where she had directed"

برکت بی بی صاحبہ باورچی خانے میں حضرت اماں جانؓ کا ہاتھ بٹاتیں۔کھانا پکانے میں کافی مہارت تھی۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے داد بھی حاصل کی۔حضورؑ نے ایک مرتبہ اُن کے پکائے ہوئے کھانے پر پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے ازراہِ شفقت فرمایا کہ اب یہ جب بھی آئیں یہی کھانا پکایا کریں۔

قادیان میں قیام کا عرصہ کچھ لمبا ہو جاتا اور میاں صاحب گھر سے آپ کو لینے کے لئے آتے تو کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت اماں جانؓ فرماتیں:

فضل محمد! برکت بی بی کو چند دن اور رہنے دو پھر آکر لے جانا اور وہ دونوں کا پیار محبت دیکھ کر تنہا واپس لوٹ جاتے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں سے نیک اولاد کی نعمت:

حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ نے ایک خواب دیکھا تھا جس سے اُنہیں فکر ہوا کہ عمر کم ہوگی۔جب وہ خواب حضرت اقدسؑ کو سنایا تو آپؑ نے تعبیر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے دُگنی کر دیا کرتا ہے۔عجیب حکمتِ خداوندی ہے کہ اُس وقت موجود سب نعمتیں اُس فنافی اللہ شخص کے مبارک منہ سے ادا ہونے والے الفاظ کی برکت سے دُگنی ہوتی گئیں۔بیویاں دو ہوئیں۔بیٹے چھ ہوئے،مرکز دو دیکھے۔عمر 90 سال ہوئی وعلی ھذا القیاس۔زندگی کے ہر رُخ پر حضرت اقدسؑ کی دعائیں برکات کے دروازے کھولے کھڑی تھیں۔برکت بی بی صاحبہ نے بیعت کے وقت جو خواب دیکھا تھا اُس میں معصوم بچے کی زبان سے اولاد کی بشارت بھی تھی۔آپ کے دو بیٹیاں پیدا ہونے کے بعد ایک بیٹا ہوا مگر کم عمری میں فوت ہو گیا جس کی وجہ سے بہت صدمہ محسوس کیا۔خادم دین بیٹے کی بہت خواہش تھی۔پھر اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا عطا فرمایا جس کا نام حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ''عبدالغفور'' رکھا اور بچے کو ایک روپیہ عنایت فرمایا۔یہ بابرکت بیٹا ابوالبشارت عبدالغفور سلسلہ احمدیہ کا عظیم مجاہد بنا۔

پھر تیسرا بیٹا 1903 میں پیدا ہوا تو حضرت مسیح موعودؑ سے نام تجویز کرنے کی درخواست کی گئی آپ نے عبدالغفور کی مناسبت سے عبدالرحیم نام رکھا۔اللہ غفورٌ رّحیم کی رحمت سے یہ بیٹا بھی خادمِ دین اور درویش قادیان بنا۔

چوتھے بیٹے کی پیدائش سے پہلے برکت بی بی صاحبہ نے جو خواب دیکھا وہ رجسٹر روایاتِ صحابہؓ میں اس طرح درج ہے:

''ایک دفعہ بیوی نے خواب دیکھا کہ میں بالکل چھوٹی ہوں اور مسیح موعودؑ کی گود میں ہوں اور حضورؑ سے اس وقت ایسی محبت ہے جیسے چھوٹے بچوں کو اپنے والدین سے ہوتی ہے۔اُس وقت حضورؑ اپنی زبان مبارک سے بڑی محبت کے ساتھ فرماتے ہیں برکت بی بی میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ آئندہ تم تیمم کر کے نماز پڑھا کرو،بیماری کی حالت میں غسل جائز نہیں ہے اور میں تجھے خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک لڑکا دے گا جو صالح ہوگا چنانچہ میں نے یہ خواب حضرت مسیح موعودؑ کی خدمتِ اقدس میں لکھ کر،نذرانہ کے ساتھ،بدست شیخ حامد علی صاحب اندر گھر میں بھیج دی

کیونکہ حضرت اقدسؑ بیمار تھے اور گھر میں ہی رہتے تھے چنانچہ حضورؑ نے جب وہ لڑکا پیدا ہوا تو اُس کا نام صالح محمد رکھا۔''

(رجسٹر روایات نمبر 14)

اس خواب کے بعد 1906 میں بیٹا پیدا ہوا تو میاں فضل محمد صاحب حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے لڑکا عطا فرمایا ہے ازراہِ کرم اس کا نام تجویز فرما دیں۔آپ نے فرمایا غلام محمد رکھ لیں۔ عرض کیا:

سیدی اس کے تایا جان کا نام غلام محمد ہے۔

ارشاد ہوا ''صالح محمد'' رکھ لیں۔ بچے کا نام رکھوانے کے اس چھوٹے سے واقعہ میں کئی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی شان ظاہر ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے خواب میں بیٹے کا وعدہ فرمایا جو پورا ہوا پھر خواب کی بناء پر خود ہی نام صالح محمد نہیں رکھ لیا بلکہ دربارِ مسیح میں گئے وہاں خواب کا ذکر نہیں کیا از خود حضرت مسیح موعودؑ نے وہ نام رکھ دیا جو خواب میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا 'سبحان اللہ۔ اس بیٹے کو بھی مغربی افریقہ میں خدمتِ دین کی توفیق ملی۔

پانچویں بیٹے جن کا نام محمد عبداللہ تھا، وہ بھی سعادت میں کم نہیں رہے۔حضرت مصلح موعودؓ نے 9رنومبر 1956 کے خطبے میں فرمایا

''چوتھا لڑکا (ایک لڑکا فوت ہو گیا تھا زندہ لڑکوں میں سے چوتھا۔ناقل) مبلغ تو نہیں مگر وہ اب ربوہ آگیا ہے اور یہیں کام کرتا ہے پہلے قادیان میں کام کرتا تھا لیکن اگر کوئی شخص مرکز میں رہے اور اس کی ترقی کا موجب بنے تو وہ بھی ایک رنگ میں خدمتِ دین ہی کرتا ہے۔''

آپ کے بطن سے پانچ بیٹوں کے علاوہ پانچ بیٹیاں بھی پیدا ہوئیں جن کے نام یہ ہیں: محترمہ رحیم بی بی صاحبہ، محترمہ کریم بی بی صاحبہ، محترمہ احمد بی بی صاحبہ، محترمہ صالحہ فاطمہ صاحبہ اور محترمہ حلیمہ بیگم صاحبہ۔

دوسری بیوی محترمہ صوباں بی بی صاحبہ کے بطن سے دو بچے ایک بیٹا محترم عبدالحمید صاحب (نیویارک شاہین سویٹ والے) اور بیٹی محترمہ صادقہ بیگم صاحبہ (نیو یارک) اہلیہ الحاج مولوی محمد شریف واقفِ زندگی) پیدا ہوئیں۔

جلسہ سالانہ کے مہمانوں کی خدمت:

جلسہ سالانہ پر قادیان کی طرف سفر کرنے والے مختلف سواریوں پر اور کبھی قافلوں کی صورت میں پا پیادہ سفر کرتے۔قادیان کے ان مسافروں کا پڑاؤ سیکھواں گاؤں میں حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب کا اور ہرسیاں میں میاں فضل محمد صاحب کا گھر ہوتا یہ قافلے دن اور رات میں کسی وقت بھی آجاتے۔انتظام قیام و طعام خاصا ذمہ داری کا کام ہوتا جسے برکت بی بی صاحبہ بشاشت اور حوصلے سے سر انجام دیتیں۔اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتیں کہ اس خدمت کی صحیح معنوں میں توفیق ملے تاکہ مسیح محمدی کے عاشقوں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔

قادیان ہجرت کا باعث برکت بی بی صاحبہ بنیں:

قادیان ہجرت کرنے کا فیصلہ برکت بی بی صاحبہ کا تھا جس نے اس خاندان کی آئندہ آنے والی نسلوں کی قسمتوں کے رُخ موڑ دئے۔آپ کس قدر مضبوط ایمانی قوت کی مالکہ ہوں گی۔اللہ تعالیٰ کی محبت میں گھر بار چھوڑ کر اپنے محبوب کی بستی میں دھونی رمائی۔آپ نے ایک خواب دیکھا کہ :

''میں قادیان گئی ہوں۔ چھوٹا سا بچہ میری گود میں ہے۔لنگر خانہ گئی ہوں اور لنگر خانے والوں سے کہا ہے کہ مجھے کچھ کھانا دیں۔انہوں نے پوچھا آپ کہاں سے آئی ہیں تو میں نے کہا دیال گڑھ سے۔انہوں نے کہا دیال گڑھ والوں کے لئے یہاں کھانا نہیں ہے۔میں نے کہا کھانا دیں نہ دیں میں تو یہاں سے نہیں جاؤں گی میں نے لنگر خانے میں ایک طرف چارپائی بچھائی اور بچے کو ساتھ لے کر وہاں لیٹ گئی۔''

یہ خواب عجیب رنگ میں پورا ہوا۔1918 میں جب قادیان منتقل ہو گئے تو ایک بچے کی پیدائش پر ماں اور بچہ دونوں کی وفات ہو گئی۔کھانے سے مراد زندگی ہوتی ہے۔ قادیان رہائش کے ساتھ دنیا سے دانہ پانی اُٹھ گیا مگر دائمی لنگر خانے میں دوسری زندگی کا آغاز ہوا۔ماں بچہ دونوں قادیان کی مٹی میں دفن ہوئے۔

آپ کی بڑی بیٹی رحیم بی بی صاحبہ نے بتایا کہ حضرت اماں جانؓ کو آپ کی وفات کا علم ہوا تو فرمایا:

''فضل محمد چراغ لے کر دنیا میں تلاش کر لیں اب برکت بی بی اُن کو نہیں مل سکتی''

قادیان ہجرت کر کے جس محلے میں 'فضل و برکت' نام کا یہ مبارک جوڑا آباد ہوا اُس کا نام دارالفضل رکھا گیا۔اور مکان کا نام فضل منزل رکھا گیا۔حضرت اماں جانؓ تشریف لائیں تو فرمایا:

برکت بی بی آپ کو مبارک ہو آپ کو زمین بھی مل گئی اور نام بھی آپ کے میاں کے نام پر دارالفضل رکھا گیا ہے۔

حضرت اماں جانؓ کا برکت بی بی صاحبہ کے بچوں سے پیار اور شفقت:

برکت بی بی صاحبہ حضرت سیدہؓ کی خدمت میں رہتی تھیں۔ماں کے ساتھ بچے لگے رہتے ہوں گے اور آپ کے سایہء عاطفت میں پلے ہوں گے۔چند واقعات سے باہمی محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ہم نے وہ زمانے آنکھوں سے نہیں دیکھے مگر اندازہ کر سکتے ہیں۔حضرت سیدہؓ نے ایک مرتبہ آپ کی بیٹی صالحہ بی بی کو اپنے پاس بلایا، تیل کی شیشی لائیں اور فرمایا صالحہ آؤ میں تمہارے سر میں تیل لگاؤں، آج میں نے خواب میں دیکھا کہ تمہارے سر میں تیل لگا رہی ہوں، سوچا اس خواب کو عملی طور پر پورا کر لیں۔سبحان اللہ کیا نصیبے ہیں!!!

حضرت اماں جانؓ کی وسیع القلبی اور مرحومہ سے تعلقات محبت نباہنے کا عجیب روح پرور انداز تھا۔سوچا جائے تو کوئی نسبت ہی نہ تھی۔ایک غریب دیہاتی عورت جس کو خدمت میں لُطف آتا تھا اور کہاں مسیح ومہدی دوراں کی رفیقہء حیات مگر میل ومحبت نے سب فاصلے مٹا دیئے۔برکت بی بی صاحبہ کی بیٹی صالحہ جوانی میں بیوہ ہو گئیں۔یہ خبر حضرت اماں جانؓ کو ملی۔اُس وقت آپ علیل تھیں۔آپ بے چین ہو گئیں اور فوراً اظہار افسوس کے لئے جانے کا ارادہ فرمایا۔کسی نے عرض کی کہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے بعد میں تشریف لے جایئے مگر آپ نے فرمایا:

برکت جو میری عاشق تھی اُس کی بچی بیوہ ہو گئی ہے اس لئے میں ضرور جاؤں گی۔

دوسری بیٹی احمد بی بی صاحبہ ایک دفعہ بیمار ہو گئیں۔ماں نے حضرت امان جانؓ کی محبت اس قدر راسخ کر رکھی تھی کہ بیماری میں ایک ہی اصرار تھا کہ اماں جان کو ایک نظر دیکھنا چاہتی ہوں۔اللہ کا کرنا کیا ہوا کہ آپ قریب ہی کسی کے گھر تعزیت کے لئے تشریف لائیں۔اُن کی خدمت میں احمد بی بی صاحبہ کی شدید خواہش کا ذکر کیا گیا۔آپ ازراہِ شفقت گھر تشریف لے آئیں۔احمد بی بی صاحبہ کی خواہش پوری کر دی۔اُن کی یہ خواہش آخری ثابت ہوئی کیونکہ جلد بعد وہ وفات پا گئیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا یہ خواب چھپوا دیں:

محترمہ صادقہ صاحبہ (نیو یارک) اہلیہ الحاج مولوی محمد شریف صاحب تحریر کرتی ہیں:۔

''ایک دفعہ والدہ برکت بی بی صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے گھر میں ٹہل رہے ہیں اور ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے اور بغل میں سبز رنگ کے کپڑے کا تھان ہے۔اتنے میں حضرت مولانا نورالدین صاحب تشریف لے آئے تو حضرت اقدس نے وہ کتاب اور سبز رنگ کے کپڑے کا تھان مولانا نورالدین صاحب کو دے دیا اور تشریف لے گئے۔پھر وہیں مولانا نورالدین صاحب ٹہلنے لگ گئے کہ اتنے میں میاں محمود تشریف لے آئے تو مولانا نورالدین صاحب نے وہ کتاب اور سبز رنگ کے کپڑے کا تھان میاں محمود کو دے دیا اور چلے گئے۔اب مجھے یہ یاد نہیں رہا کہ یہ خواب والدہ صاحبہ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو سنائی یا نہیں۔ہاں یہ یاد رہا کہ یہ خواب والدہ مرحومہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو سنائی تھی تو حضور نے فرمایا تھا کہ یہ خواب چھپوا دیں مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے یہ خواب چھپوائی یا نہیں۔''

(الفضل 25/اگست 2001)

حضرت برکت بی بی صاحبہ کی عمر نے اتنی وفا نہ کی کہ اپنے بچوں کی تعلیم، ترقی اور شادیاں دیکھ سکتیں البتہ اپنے ایک بیٹے عبدالرحیم کا رشتہ طے کیا تھا۔یہ رشتہ اُس زمانے کے رشتے ناتے میں سادگی کی عجیب مثال ہے۔ایک گاؤں ببے ہالی میں ایک احمدی حضرت حکیم اللہ بخش صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی۔اُن کا قادیان آنا جانا تھا۔احمدیت کی محبت میں انہوں نے سوچا کہ اس بچی کا رشتہ قادیان میں ہونا چاہئے۔اپنے دوست منشی جھنڈے خان صاحب کو بھیجا کہ قادیان جائیں، میاں فضل محمد صاحب کو میرا سلام کہیں اور پیغام دیں کہ آپ کا بیٹا عبدالرحیم میرا ہوا۔میاں فضل محمد صاحب نے اس پیغام کے جواب میں جزاک

اللہ کہا اور کچھ عرصہ کے بعد اپنی بیوی برکت بی بی صاحبہ کو گاؤں بھیجا کہ لڑکی دیکھ آئیں۔ آپ لڑکی دیکھ کر واپس آئیں تو اپنے بیٹے کے گال کو ہلکے سے تھپتھپا کر کہا ''میں تمہارے لئے جنت کی حُور دیکھ کر آئی ہوں۔'' اس طرح عبدالرحیم اور آمنہ بیگم کا رشتہ ہو گیا۔ اُس صاحبِ فراست خاتون نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ میرے ابا جان نے گھر کو جنت بنائے رکھا اور امی جان اُس میں حُور کی طرح سکینت کا باعث بنیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے بزرگوں کو مقامِ قرب عطا فرمائے۔

جس طرح حضرت دادا جان اور دادی جان اس دنیا میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور آپ کے خاندان سے قریب رہے اسی طرح اگلے جہان میں بھی پیاروں کا قرب نصیب ہو اور آپؑ سے برکت کے وعدے آئندہ بھی نسل در نسل ہمارے شاملِ حال رہیں۔ رضا کی جنتیں نصیب ہوں۔ آمین۔

شکرِ نعمت کے طور پر یہ ذکر برمحل ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت میاں فضل محمدؓ کی نسل خوب پھلی پھولی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اردو کلاس منعقدہ 9رجون 1999 میں موصوف کے خواب کا ذکر فرمایا جس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ وہ قادر ہے دوگنی کر دیا کرتا ہے، نیز آپؑ کے خاندان کے پھیلاؤ کا ذکر فرمایا تھا۔

صرف عددی پھیلاؤ ہی نہیں اُن کی نسل میں ٹھوس خدمتِ دین کرنے والے مخلص جانثار بھی پیدا ہو رہے ہیں جو مرحومین کی طرف سے صدقۂ جاریہ ہیں۔ ہم اپنے بزرگوں کے احسان مند ہیں کہ ہمیں احمدیت کی دولت سے نوازا۔ مولا کریم ہمیں اس کا حق ادا کرنے کی توفیق دے، آمین۔

مسیحِ وقت اب دُنیا میں آیا
خُدا نے عہد کا دن ہے دِکھایا
مُبارک وہ جو اَب ایمان لایا
صحابہؓ سے ملا جب مُجھ کو پایا
وُہی مَے اُن کو ساقی نے پلادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

(درِّ ثمین)

غزل

انشا

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

تصور عرش پر ہے اور سر ہے پائے ساقی پر
غرض کچھ اور دُھن میں اس گھڑی میخوار بیٹھے ہیں

یہ اپنی چال ہے اُفتادگی سے اب کہ پہروں تک
نظر آیا جہاں پر سایۂ دیوار بیٹھے ہیں

کہاں صبر و تحمل، آہ ننگ و نام کیا شے ہے
یہاں رو پیٹ کر ان سب کو ہم یکبار بیٹھے ہیں

نجیبوں کا عجب کچھ حال ہے اس دور میں یارو
جہاں پوچھو یہی کہتے ہیں ہم بے کار بیٹھے ہیں

بھلا گردش فلک کی چین دیتی ہے کسے انشاؔ
غنیمت ہے کہ ہم صورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں

ایک مربی سلسلہ احمدیہ کی ایمان افروز داستان

میں نے کب اور کیوں زندگی وقف کی؟

میر غلام احمد نسیم ایم ۔اے، مربی سلسلہ احمدیہ (ر)

چند دنوں کی بات ہے ایک اجتماع کے موقع پر ایک دوست نے پوچھا کہ مجھے زندگی وقف کئے کتنا عرصہ ہوا ہے۔ اس اچانک سوال پر میں نے اندازاً بتایا کہ ساٹھ سال ہونے کو ہیں۔ پھر خیالات کا دھارا مجھے گزرے ہوئے ایام میں رونما ہونے والے واقعات کی یاد دلاتے ہوئے بہت دور لے گیا اور گزرے ہوئے لمحات کا دھارا ایک زنجیر کی طرح سامنے آتا گیا۔ یادِ ماضی کے خوشگوار لمحات بھی سامنے آتے گئے اور ایسے لمحات جو میری دانست میں ناخوشگوار تھے وہ بھی سامنے آتے گئے۔

کب اور کیوں؟

میں نے اپنی زندگی 1947 کے آغاز میں نظام سلسلہ احمدیہ کے سپرد کر دی تھی۔ تاہم ریکارڈ کے مطابق جون 1947 میں منظوری کی اطلاع موصول ہوئی۔ میں نے کن عوامل یا ارشادات سے متاثر ہو کر اپنے آپ کو وقف کیا؟ اس سوال کا جواب تو طویل ہے تاہم مختصراً یہ کہ ہمارا گھرانہ پورے گاؤں بلکہ علاقہ میں اکیلا احمدی گھرانہ تھا۔ والد صاحب اپنے گھر سے قریباً چار ساڑھے چار میل کے فاصلے پر واقع جماعت کے بیت الذکر میں جمعہ کی نماز ادا کرنے جاتے کبھی کبھی میں بھی ساتھ جاتا۔ پیش امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے وقفِ زندگی کی ضرورت پر فرمودہ خطبات الفضل میں شائع شدہ پڑھ کر سناتا۔ ہر خطبہ جمعہ سننے پر میرے دل میں وقف کی تحریک ہوتی۔ 1945 میں موضع چار کوٹ، تحصیل راجوری میں مزید تعلیم کے حصول کے لئے احمدیہ مکتب میں داخلہ لیا۔ اس مکتب کے نگران بلکہ واحد نگران اور بانی مدرس ماسٹر بشیر احمد صاحب تھے، انہوں نے قادیان میں تعلیم اور تربیت حاصل کی تھی۔ وہ بھی اکثر قادیان کے روحانیت پرور ماحول کا ذکر کرتے۔ یہاں بھی جمعہ کی نمازوں میں خطبات سنتا جن میں وقفِ زندگی کی تحریک ہوتی۔ یہ خطبات ولولہ انگیز اور متاثر کن ہوتے۔ ان حالات سے متاثر ہو کر ایک روز والد صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ میں زندگی وقف کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا ''تمہاری مرضی تاہم اچھی طرح سوچ لو۔'' ان کے اس جواب کو اجازت سمجھتے ہوئے مرکز میں وقف زندگی کی چٹھی لکھ دی۔ منظوری کی اطلاع جون 1947 میں ملی۔

وقفِ زندگی کی منظوری ملنے کے جلد بعد برصغیر کے تقسیم ہونے کے فیصلے پر بدامنی شروع ہوگئی اور 14 راگست 1947 میں تقسیم کے ساتھ ہی کشمیر کے حالات دگرگوں ہوگئے۔ سکول اور کالج بند ہوگئے اور ہماری تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ ہمارا سارا علاقہ جنگ کی زد میں آگیا۔ ایک طرف نہتی آزاد فورس اور دوسری طرف مسلح طاقتور انڈین فوج، آزاد فورس علاقہ کے مقامی نوجوانوں پر مشتمل تھی اور مزید نوجوانوں کو شامل ہونے کی تحریک کی جا رہی تھی۔ ایک روز ہم چند نوجوان فورس میں شامل ہوگئے۔ اتفاق سے ہمارے علاقے میں تعین آزاد فورس کے نگران احمدی تھے۔ انٹرویو کے دوران جب میں نے بتایا کہ میں وقفِ زندگی ہوں تو فرمایا کہ جماعت کے ادارے لاہور میں منتقل ہو چکے ہیں وہاں جاؤ اور اپنی تعلیم جاری رکھو۔ ایسے بھی فورس میں شمولیت کے لئے تمہاری عمر کم ہے۔ چنانچہ علاقہ کے حالات خراب ہونے کے باوجود اگست 1948 میں، میں لاہور پہنچا اور جودھامل بلڈنگ میں قائم دفتر تحریک جدید میں حاضری دینے پر وہاں موجود افسر نے مختصر انٹرویو لیا۔ وقف کی منظوری کی چٹھی دیکھی اور ارشاد فرمایا کہ مدرسہ احمدیہ احمد نگر، تحصیل چنیوٹ میں

منتقل ہو گیا ہے اور ستمبر میں تدریس شروع ہو گی۔ مدرسہ میں داخل کر لیا ہے تم احمد نگر چلے جاؤ۔

کیا کھویا کیا پایا؟

اسلام کی برکات بذریعہ احمدیت حاصل ہوئیں۔ ہوش سنبھالتے ہی تعلیم کے حصول کا بے حد شوق تھا۔ 1954 میں فاضل کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی لاہور سے حاصل کی اور جامعۃ المبشرین کی تعلیم کی تکمیل پر 6؍اکتوبر 1957 میں عملی میدان میں قدم رکھا۔ حصولِ پاسپورٹ کے نشیب وفراز کے دوران مزید تعلیم کا سلسلہ جاری رہا اور پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی۔اے کی ڈگری حاصل کی۔ نومبر 1960 کو سیرالیون ،مغربی افریقہ پہنچا اور تعلیم و تربیت کے فرائض کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ بو(Bo) میں قائم نذیر پرنٹنگ پریس کی نگرانی کے اضافی فرائض بھی سرانجام دیتا رہا۔ بعدازاں کچھ عرصہ احمدیہ سکول بو میں بطور ہیڈ ماسٹر کے فرائض کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ سیرالیون میں قائم احمدیہ سکولوں کی نگرانی بحیثیت جنرل مینیجر کے انجام دیتا رہا۔ دسمبر 1963 میں ربوہ، پاکستان واپسی ہوئی۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کا شوق بدستور تھا۔ چنانچہ مرکز میں قیام کے دوران 1965 میں ایم۔اے کیا اور فاضل عربی ہونے کی بناء پر ایم۔او۔ایل کی ڈگری کا حقدار ٹھہرا۔ تحدیثِ نعمت کے طور پر یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ سیرالیون میں بو سکول کی ملازمت کے دوران نوے پونڈز سٹرلنگ، جو اس وقت ملک کی کرنسی تھی، گورنمنٹ کی طرف سے مجھے ماہوار تنخواہ ملتی تھی لیکن مجھے مربی کا الاؤنس جو اسوقت تقریباً پانچ پونڈز ہوتا تھا مجھے ملتا تھا اور باقی پچاسی پونڈز کی رقم مشن کو ملتی تھی۔

سیرالیون سے واپسی پر قیام ربوہ کے دوران خلافتِ ثالثہ کے انتخاب میں بطور ممبر جو تین سال کا عرصہ بیرون پاکستان سلسلہ کی خدمت کی بناء پر حاصل تھا، حصہ لینے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

گی آنا (Guyana)

’جنوبی امریکہ‘ میں بطور انچارج مشن گی آنا 25؍مئی 1966 تا اگست 1970 قیام رہا۔ اس دوران دو نئے بیوت الذکر کی بنیادیں پڑیں اور ایک نئے بیت الذکر کی تعمیر ہوئی۔ نئی جماعتیں بھی قائم ہوئیں۔ گی آنا میں قیام کے دوران سورینام (Suriname) کے سفر بھی کئے۔ ان دعوت الی اللہ کے سفروں کے نتیجے میں اس ملک میں موجود مگر منتشر افرادِ جماعت کو منظم کرنے اور ایک دینی مدرسے کی بنیاد رکھنے کی توفیق ملی۔

زیمبیا (Zambia)

گی آنا سے واپسی پر جامعہ احمدیہ میں تدریس پر تقرری ہوئی۔ تدریس کے فرائض قریباً پانچ سال انجام دیئے۔ 14؍اکتوبر 1975 کو بطور مربی زیمبیا روانہ ہوا۔ زیمبیا میں مشن قائم ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ مشن ابتدائی حالات سے گزر رہا تھا۔ ملک نیا نیا آزاد ہوا تھا اور مالی مشکلات سے دوچار تھا۔

دعائیں یقیناً قبول ہوتی ہیں

اگرچہ زندگی میں اور خصوصاً میدان عمل میں دعاؤں کی قبولیت کے متعدد مواقع پیش آئے لیکن ایک موقعہ کا ذکر کرتا ہوں اور وہ یہ کہ جب زیمبیا کے لئے بطور داعی الی اللہ تقرری ہوئی تو اس وقت حدیقۃ المبشرین کے سیکرٹری مولوی عطاء اللہ کلیم صاحب تھے۔ ایک روز بر سر راہ ملاقات میں انہوں نے فرمایا کہ زیمبیا روانگی سے قبل وکیل التبشیر سے مل کر وہاں کے مشن کے حالات معلوم کر لیں کیونکہ انہیں معلوم ہوا ہے کہ رہائش کی جگہ تسلی بخش نہیں۔ میں وکیل التبشیر حضرت مرزا مبارک احمد صاحب سے ملا تو انہوں نے فرمایا کہ مشن کی اپنی جائداد نہ ہونے کی صورت میں مربی کے قیام کے لئے کم از کم دو رہائشی کمروں پر مشتمل مکان کرایہ پر لینے کی دفتر تبشیر کیطرف سے اجازت ہے اگر وہاں متعین مربی نے کسی وجہ سے کرایہ پر مکان نہیں لیا تو آپ وہاں پہنچ کر کرایہ پر لے لیں۔ چنانچہ میں زیمبیا کے دارالحکومت لوساکا پہنچا اور دیکھا کہ مربی صاحب ناگفتہ بہ رہائشگاہ میں رہائش پذیر ہیں۔ چند روز بعد وہ مجھے مشن کے کام سپرد کر کے پاکستان روانہ ہو گئے۔

وکیل التبشیر کے ارشاد کے مطابق کرایہ پر مکان حاصل کرنے کی تلاش شروع کی تو معلوم ہوا کہ ملک کے سکّے میں سرکاری اور منڈی کے ریٹ میں ایک اور پانچ کا فرق ہے اور مکانوں کے کرائے منڈی کے ریٹ پر طے ہوتے ہیں جبکہ مشن کا

ذریعہ آمد سرکاری نرخ سے منسلک تھا لہذا پرائیویٹ سیکٹر میں مکان کا کرایہ مشن کی برداشت سے باہر تھا۔ چنانچہ ان حالات میں کوشش کے ساتھ ساتھ ذہن دعا کی طرف جھکا۔ کیونکہ کوئی رہائشی مکان ساڑھے چار۔ پانچ صد کواچے (زیمبیا کی کرنسی) جو اس وقت سرکاری نرخ کے مطابق قریباً ساڑھے تین، چار پونڈز کے برابر رقم تھی، سے کم پر نہیں ملتا تھا۔

دعا کیسے قبول ہوئی؟

لوساکا (Lusaka) میں ایک نیم سرکاری ادارہ کم آمدنی والوں کے لئے مکان تعمیر کرتا تھا۔ ہم نے مکان کے لئے اسے درخواست دی ہوئی تھی لیکن ان کا مؤقف تھا کہ مشن کم آمدنی والوں کی فہرست میں نہیں آتے۔ احباب جماعت جمعہ کی نماز پڑھنے آتے تو عموماً جگہ کی تنگی کا ذکر ہوتا۔ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے بعد ایک احمدی طالبعلم نے دریافت کیا کہ ہاؤسنگ اتھارٹی میں دی گئی درخواست کا کیا بنا؟ میں نے جواب میں کہا کہ ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی۔ اس پر اس نے کہا کہ اتھارٹی کے دفتر چلتے ہیں۔ دفتر پہنچے، دفتر میں بیٹھے تو دفتر کا افسر بات کرنے کی بجائے میرے ساتھ جانے والے طالب علم سے مخاطب ہوا کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہم پہلے کہیں ملے ہیں۔

مزید گفتگو پر انکشاف ہوا کہ میڈیکل کالج کے کیمپس میں انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا ہوگا۔ پھر ہم نے اپنا مدعا بیان کیا کہ مکان کے حصول کے لئے درخواست دی ہوئی ہے۔ کہنے لگا کہ اسے علم ہے لیکن یہ مکان درمیانے اور غریب طبقے کے لئے تعمیر کئے جاتے ہیں اور مشن غریب نہیں ہوتے۔ اس پر ہم نے وضاحت پیش کی اور ملاقات ختم ہونے پر ہم واپس لوٹ آئے۔

اگلے ہی روز دفتری اوقات میں اس افسر کا فون آیا کہ مکان 0909 کبواتا میں واقع مشنری کی رہائش کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ دفتر سے چابی حاصل کر لیں۔ یہ اطلاع ملنے پر خدا تعالیٰ کے حضور شکرانے کے سجدہ میں سجدہ ریز ہوا تو آنکھیں آنسو بہانے سے باز ہی نہیں آ رہی تھیں۔ ہمیں ساڑھے چار صد، پانچ صد کواچے ماہوار کرایہ والے مکان سے بہتر تین رہائشی کمروں پر مشتمل مکان صرف 45 کواچے ماہوار کرایہ پر ملا تھا۔ یہ دعاؤں کی قبولیت ہی تو تھی ورنہ ہم اپنی تگ و دو اور کوشش سے مایوس ہو چکے تھے۔

مسیحا کے نگر میں

امتہ الباری ناصر

اِنذاری نشاں ملتے ہیں موسم کی نظر میں
اے کاش کہ یاد آئے خدا خوف وخطر میں

زیبا نہیں انسان کو خالق کو بُھلا دے
حد درجہ خسارہ ہے رعونت کے سفر میں

بنتے ہیں سزا اُن کے لئے پانی، ہوا، آگ
جو بندے خدا ہوگئے خود اپنی نظر میں

جھٹکوں سے زَلازَل کے ہلاتا ہے زمیں کو
شاید کہ سعادت ہو کہیں نوعِ بشر میں

مولا کی حفاظت کے سوا امن نہیں ہے
مضبوط عمارات میں نہ مٹی کے گھر میں

بھڑکا دے نہ غفلت کہیں قاہر کے غضب کو
آجائے نہ دنیا کہیں قُدرت کی پکڑ میں

انجام سے آگاہی نے بے چین کیا ہے
اک درد سا رہتا ہے مرے قلب وجگر میں

اب صدق سے آجاؤ یہیں چین ملے گا
اب خیر اگر ہے تو مسیحا کے نگر میں

تبصرہ کتاب

مسلمانوں کے سائنسی کارنامے

نام کتاب: مسلمانوں کے سائنسی کارنامے

مصنف: محمد زکریا ورک

ناشر: مرکز فروغِ سائنس، علیگڑھ یونیورسٹی

سن اشاعت: مارچ 2005

تعداد صفحات: 242

برصغیر کی عظیم درسگاہ علیگڑھ یونیورسٹی جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لئے غیر معمولی خدمات سرانجام دیں۔ اس کے ایک ادارے ''مرکز فروغ سائنس'' کی جانب سے مختلف موضوعات پر کتب کی اشاعت بھی ہو رہی ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب اس ادارے کی طرف سے 12ویں اشاعتی کاوش ہے۔ یہ ادارہ 1985 میں یونیورسٹی میں قائم کیا گیا تھا۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی طرف سے اس ادارے کی خدمات پر ایوارڈ بھی دیا جا چکا ہے۔

سائنس پر کسی ایک قوم کی اجارہ داری نہیں رہی بلکہ جس قوم نے بھی علم کے حصول اور علمی دوستی کی روایت کو برقرار رکھا اور اس کو اہمیت دی وہ مختلف ادوار میں ترقی کرتی رہی۔ چنانچہ مختلف ادوار میں چینی، ہندوستانی، ایرانی، یونانی، مسلمان اور پھر آج کے دور میں اہلِ مغرب نے اس میدان میں نمایاں کارہائے سرانجام دیئے۔ سائنس دراصل انسانیت کی مشترکہ میراث ہے۔ اور یہ کسی ایک قوم یا ملک کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

سائنس کے مختلف موضوعات کے بارہ میں مسلمانوں کی خدمات ناقابلِ فراموش تھیں۔ یورپ و امریکہ جب تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اس وقت مسلمان سائنسدانوں اور ماہرینِ علوم نے سپین اور بغداد اور دوسری مسلمان ریاستوں میں عظیم سائنسی و علمی کارنامے سرانجام دیئے اور انہی علوم کی بنیاد پر یورپ نے حیرت انگیز ترقی کی۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں مختلف سائنسی مضامین پر جو کارنامے مسلمانوں نے سرانجام دیئے ہیں ان کا تعارف اور تفصیل اس کتاب میں بیان کر دی گئی ہے۔

جن علوم میں مسلمان سائنسدانوں کے کارناموں کا تذکرہ اس کتاب میں کیا گیا' ان میں علم طب، علم الادویہ، ریاضی، طبعیات، فلکیات، امراض العین، علم المناظر، علم کیمیا، جغرافیہ، فلسفہ، تاریخ، موسیقی، ایجادات شامل ہیں۔ اس کے علاوہ سائنسدانوں کا تعارف، مسلمانوں کے کتب خانے اور ان کا سائنسی ترقی میں کردار کے حوالہ سے بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔

یہ کتاب مصنف کی سالہا سال کی محنت کا نچوڑ ہے۔ مصنف قبل ازیں متعدد کتب تصنیف کر چکے ہیں اور مختلف موضوعات پر سینکڑوں مضامین بھی تصنیف کر چکے ہیں۔ سائنس ان کا خاص موضوع ہے۔ ان کے بعض مقالات و مضامین انعامات بھی حاصل کر چکے ہیں۔ زیرِ تبصرہ کتاب یقیناً ایک گرانقدر علمی کاوش ہے جو کہ مسلمانوں کی سائنس کے میدان میں عظیم اور غیر معمولی خدمات سے ہم کو آگاہ کرتی ہے۔ یہ کتاب اس لئے بھی اہم ہے کہ عصر حاضر کے سائنس کے طلباء محض مغربی ترقی سے ہی متاثر ہیں۔ حالانکہ سائنس اور علم کسی خاص قوم یا ملک سے مخصوص نہیں بلکہ یہ مشترکہ میراث ہے۔

آج بھی مسلمانوں میں نوبل انعام یافتہ موجود ہیں۔ کتاب کی تصنیف پر مصنف شکریہ و دعا کے مستحق ہیں۔ یہ کتاب یقیناً لوگوں کے لئے ازدیادِ علم کا باعث ہوگی۔

(ایم۔ایم طاہر)

یادِ ماضی

ھدایت اللہ ھادی ایڈیٹر احمدیہ گزٹ کینیڈا

ہم نے قانون کیوں پڑھا اس کی وجہ تسمیہ جانے بغیر جوتی چور کا کھوج لگانا مشکل ہے اور یہی اس موضوع کا مرکزی نکتہ بھی ہے اور محور بھی، نصیحت بھی۔ اللہ بھلا کرے پروفیسر خورشید کا، انہوں نے Pittsburgh University سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی۔ انہوں نے ہمیں بڑے ذوق وشوق، محنت اور لگن کے ساتھ Research Methodology پڑھائی جو ہماری جان اور روح کا حصہ بن گئی اور ہم نے اسی کو اپنے مستقبل کا سرمایہ سمجھا۔ چنانچہ جب کچھ عرصہ تک ان کے ساتھ مختلف ریسرچ پراجیکٹ پر کام کرتے کرتے گذر گئے تو فرمانے لگے تم لاء (LAW) ضرور پڑھو۔ اس سے تحریر نکھرتی ہے اور انداز بیان میں وزن پیدا ہوتا ہے۔ قوت بیانیہ بڑھتی ہے۔ استدلال میں استقرائی اور استخراجی راہیں کھلتی ہیں۔ تلاش وجستجو، تحقیق وتدقیق اور چھان بین میں مدد ملتی ہے۔ ریسرچ کا بنیادی ماخذ قانون کا عملی اطلاق ہے۔ ہمیں ان کی افلاطونی باتیں زیادہ سمجھ میں نہ آئیں لیکن یہ بات ضرور سمجھ آئی کہ پاکستان جیسے ملک میں جہاں لاقانونیت کا بول بالا ہو اور سارا نظام درہم برہم ہو اور Buearucratic Establishment ہو وہاں قانون پڑھنا ضروری ہے دوسرے ہمارا پہلے سے ہی ارادہ تھا کہ سول سروس پاکستان کا امتحان بھی دیں گے تو وہاں لاء گریجوایٹ ہونا شرط تھی۔ بہرکیف ہم نے قانون پڑھنے کی ٹھان لی۔ اور اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ بعد کو بیس سال سے فیکلٹی آف لاء کی لائبریری میں ہی searches اور ریسرچ میں طلباء کی مدد کرنے کا موقع ملا۔

یہ غالباً 1972 کی بات ہے جب ہم گورنمنٹ لاء کالج میں پڑھتے تھے تو لاء کالج کے قریب ہی مسجد میں اپنی ظہر وعصر کی نمازیں اس خوف سے پڑھتے تھے کہ کہیں جلد نہ چل بسیں۔ ویسے تو موت کے نام سے بڑے بڑے جغادر اور کڑیل جوان بھی ڈر جاتے ہیں اس لئے میرا موت سے ڈرنا کوئی خاص بات نہیں تھی۔ عام طور پر ہر احمدی صوم وصلوٰۃ کا پابند ہوتا ہے۔

نماز عصر کے عین بعد کانسٹی ٹیوشن کی کلاس ہوتی تھی جو ذرا لمبی ہوتی تھی وہ پروفیسر خلیل الرحمٰن لیا کرتے تھے۔ آپ کالج کے پرنسپل بھی تھے۔ بہت وضعدار شخص تھے، دبلے پتلے، گورے چٹے، دراز قامت، داڑھی مونچھ سے بے نیاز، ہمیشہ سوٹ میں ملبوس ہوتے۔ پان کے خوب شوقین تھے۔ دوربین اور دُوررس نگاہ رکھتے تھے۔ ہم بھی لباس کے شوقین تھے۔ عموماً سوٹ پہنا کرتے تھے۔ اور فرنٹ سیٹ پر بیٹھا کرتے تھے۔ بیک بنچر نہیں تھے۔ پرنسپل صاحب خوب ٹہل ٹہل کر لیکچر دیا کرتے تھے۔ ان کی نظر تقریباً ہر طالب علم پر ہوتی، کون نوٹس لیتا ہے اور کون سوتا ہے۔ عام طور پر لڑکیاں ذرا زیادہ توجہ سے پڑھتی تھیں۔ لیکن نمایاں پوزیشن پھر بھی نہ لیتی تھیں۔

پرنسپل صاحب گفتگو کی ابتداء میں عام طور پر نصیحت وصیت کرتے ہوئے طلباء کو وضعداری اور رکھ رکھاؤ کا اچھا خاصا لیکچر پلاتے۔ اور ہر ایک کے لباس اور وضع قطع پر نظر رکھتے۔ آپ علی گڑھ یونیورسٹی سے گریجوایٹ تھے۔ تاریخ اور سیاسیات میں ایم اے کیا۔ ایل ایل ایم کے علاوہ لندن بار کونسل سے امتحان پاس کیا۔ اور ڈرہم یونیورسٹی سے ایل ایل ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ لندن سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود علی گڑھ کا دم بھرتے تھے۔ لیکن ہم نے ان کو شیروانی میں شاذ ہی دیکھا ہے۔ پاکستان کے دستور پر کڑی تنقید کرتے۔ پڑھاتے وقت شاید ہی کوئی ملک ہو جس کے دستور کا پاکستان کے دستور کے ساتھ موازنہ نہ کرتے ہوں۔ انہیں دساتیر عالم پر پوری گرفت تھی۔ برسوں سے دستور پڑھا رہے تھے اور متعدد کتابیں دساتیر عالم پر لکھ چکے تھے۔ ویسے بھی دستور ان کا محبوب ترین مضمون تھا۔ اپنے مضمون کو خوب update رکھتے تھے۔ دنیا بھر کے Leading Cases از بر تھے۔

ہوا یوں کہ ایک روز ہم ظہر وعصر کی نماز ادا کرنے کے بعد باہر نکلے تو سیاہ پالش کئے ہوئے چمکدار جوتے جو دیکھنے میں نئے لگتے تھے، غائب ہو گئے۔ ہم بہت پریشان ہوئے کبھی ہم اپنے آپ کو دیکھتے اور کبھی اپنے سوٹ کو دیکھتے۔ بالآخر مکتبہ فریدی گئے اور فریدی صاحب سے درخواست کی کہ ہمیں اپنی ہوائی چپل عنایت فرمادیں ہماری جوتی مسجد سے چوری ہو گئی ہے۔ فریدی صاحب صوم وصلوٰۃ کے پابند، باریش، شریف النفس، بھلے آدمی تھے۔ آپ کا تعلق حیدر آباد دکن سے تھا۔

ان کو ہم پر ترس آیا اور انہوں نے از راہ شفقت اپنی ہوائی چپل ہمیں دے دی اور ہم پہن کر کلاس میں چلے گئے۔ اور حسب معمول اپنی جگہ فرنٹ ڈیسک پر بیٹھ گئے۔ پرنسپل صاحب ابھی کلاس روم میں داخل ہوئے تھے اور اپنے نوٹس کی ورق گردانی کر رہے تھے اور بڑی میز پر کتابوں کے انبار کو جس پر فلیگ لگے ہوئے تھے، ترتیب دے رہے تھے۔

ابھی لیکچر کا آغاز ہی ہوا تھا کہ اچانک ان کی نظر میرے پاؤں پر پڑی۔ چند لمحہ کے لئے خاموش ہو گئے اور پھر اپنے موڈ کو بدلا۔ فرمانے لگے۔ ہادی صاحب کیا بات ہے۔ سیاہ سوٹ کے ساتھ ہوائی چپل کیسے؟ ہم نے عرض کیا۔ پروفیسر صاحب آپ کے دفتر میں حاضر خدمت ہو کر داستان غم سنائیں گے۔ اس پر انہوں نے زوردار قہقہہ لگایا۔ فرمانے لگے۔ ہادی صاحب! اگر تو داستان غم ہے تو ابھی ہو جائے۔ نجانے کیوں ہماری طبیعت بھی آج کچھ اداس اداس سی ہے۔ ہم نے پرنسپل صاحب کے اصرار پر عرض کیا کہ نماز پڑھنے گئے تھے۔ واپس لوٹے تو جوتا غائب تھا۔ اور فریدی صاحب سے عاریۃً ہوائی چپل لی تا کہ آپ کی کلاس میں حاضری دے سکوں۔ فرمانے لگے۔ تو پھر اس سانحہ سے درس عبرت بھی حاصل کیا کہ نہیں!! ہم نے عرض کیا وہ کیسے۔ فرمانے لگے آپ نے ہمیں اپنے زمانہ طالب علمی کا ایک ایسا ہی افسوسناک بلکہ ہولناک واقعہ یاد کروا دیا ہے۔ جس کو جب بھی یاد کرتے ہیں تو روح کانپ اٹھتی ہے۔ فرمانے لگے علی گڑھ میں شدید گرمی پڑتی تھی۔ ہم دن میں تین مرتبہ غسل لیتے تھے۔ ایک صبح تازہ دم اور دوسرا علی گڑھ یونیورسٹی اور تیسرا رات کو سونے سے قبل۔ ایک دن شدید گرمی تھی، تیز لو چل رہی تھی۔ بس یوں سمجھو کہ آگ برس رہی تھی۔ دوپہر نہانے کے لئے یونیورسٹی کے حمام میں داخل ہوئے اور ٹھنڈے پانی سے خوب نہائے اور باہر نکلنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ ضروری کپڑے کھونٹی پر لٹکائے۔ اور کافی دیر تک نہاتے رہے۔ بہر کیف کلاس کا وقت ہو رہا تھا باہر نکلے تو کیا دیکھا کھونٹی سے کپڑے غائب ہیں۔ ہم بہت پریشان ہوئے۔ اور ایسی حالت میں کلاس میں بھی نہیں جا سکتے تھے۔

پھر فرمانے لگے ہم بھی آپ کی طرح وضو سے زیادہ غسل کر کے نماز ظہر ادا کرنے کے عادی تھے۔ اس کے بعد سے اب تک نمازوں سے محروم ہیں۔

اس واقعہ کے بعد ہم گورنمنٹ لاء کالج کی مسجد کے بجائے احمدیہ ہال میں قیلولہ کرنے لگے اور وہیں پر ظہر وعصر کی نمازیں ادا کرنے لگے۔ کسی صاحب نے جماعت کے امیر صاحب سے شکایت کی کہ یہ لڑکا یونیورسٹی سے آ کر مسجد میں سوتا ہے۔ اور مسجد میں سونا آداب کے خلاف ہے۔ اس کو آپ سمجھائیں۔ چنانچہ مکرم چوہدری احمد مختار صاحب مرحوم امیر جماعت احمدیہ کراچی نے از راہ شفقت مجھے اپنے دفتر میں بلایا اور فرمایا آپ تھوڑا سا آرام میرے دفتر میں کر لیا کریں اور اس کے بعد میری ڈاک کی دیکھ بھال کر دیا کریں۔ اور یہ لو میرے دفتر کی چابی اور سنبھالو ساری ڈاک! ہم بہت پریشان ہوئے۔ کہاں جوتی کی چوری سے نجات پانے آئے تھے کہاں ڈاک کا ایک انبار لدھ گیا ہے۔ وہ بھی امیر صاحب کی ڈاک کا، جن کے رُعب اور دبدبے سے بڑے بڑے کانپتے تھے۔ حد درجہ مخلص دل کے حلیم، نہایت ہی ہمدرد، خیر خواہ، علم دوست، صاحب ذوق، نعت گو شاعر، بے پناہ محبت کرنے والا، مردم شناس، حد درجہ قدر کرنے والے، چاپلوسی اور خوشامد سے بیر، صاف ستھری اور سیدھی بات پسند کرتے، جرأت اور بہادری میں اولوالعزم قوت ارادی میں غیر متزلزل، قوت فیصلہ میں قطعی اور مستحکم، معاملہ فہم ایسے کہ فوراً بات کی تہہ تک پہنچ جاتے۔ ذہین وفطین تحریر مختصر مگر جامع، جب بھی لکھتے یک جنبش قلم لکھتے خلیفہ وقت سے بے پناہ محبت اور حد درجہ احترام، نیکی اور تقویٰ میں یکتا تھے۔ لمبا عرصہ امیر رہے۔ اللہ غریق رحمت کرے۔ عجب آزاد مرد تھا۔

ہمارا سارا بچپن ربوہ کا ہے۔ پہلی جماعت سے لے کر ایم اے تک وہیں تعلیم حاصل کی۔ اس کے باوجود سوائے جلسہ سالانہ کی ڈیوٹیوں کے کبھی ہم نے جماعت کا کوئی کام نہیں کیا۔ اور وہ ڈیوٹیاں بھی زمانہ طالب علمی میں طوعاً اور کرہاً دیا کرتے تھے۔ ہم طبعاً آزاد طالب علم تھے۔ داڑھی، مونچھ اور ٹوپی سے بے نیاز رہے۔ تاہم رواداری اور ادب واحترام کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

کراچی آ کر اب ہم ایک نئے تجربے سے گذرنے لگے۔ بات ہونٹوں نکلی کوٹھوں چڑھی۔ بات ہو رہی تھی کہ ہم محترم امیر صاحب کراچی کی گرفت میں کیسے آئے۔ چابیاں تھمانے کے بعد محترم امیر صاحب نے اپنے دفتر کا کام ہمارے سپرد کیا۔ اور ہم پر بھرپور اعتماد کیا اور ہم نے بھی وضعداری کے ساتھ ان کے اعتماد کو کبھی ٹھیس نہ پہنچنے دی۔ مکرم امیر صاحب باقاعدگی سے شام کو شیزان سے چائے اور بعض دیگر لوازمات منگواتے اور ہماری خاطر تواضع کرتے۔ کار میں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے۔ ایک لمبا عرصہ تک نہایت شفقت ومحبت کا سلوک فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ چولی دامن کا ساتھ ہو گیا۔ مکرم چوہدری صاحب مرحوم نے ذاتی لگن اور بڑی محنت سے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا اشاریہ ترتیب دینا شروع کیا تھا۔افسوس کہ یہ کام پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا اور زندگی نے وفا نہ کی۔سید رشید احمد طارق مرحوم، مرزا عبدالرحیم بیگ مرحوم ان کے خاص معتمدین میں سے تھے۔ مولانا سلطان محمود انور صاحب سے بھی گاڑھی چھنتی تھی۔آپ ایک اچھے تاجر تھے اور المختار لمیٹڈ کے مالک تھے۔کھاتے پیتے چوہدری تھے۔دل کے شاہ تھے۔مکرم چوہدری صاحب کے دفتر میں پنیر کا ڈبہ، کشمش، بادام، اخروٹ، چلغوزے، پستہ الغرض مختلف قسم کے ڈرائی فروٹ کے مرتبان ہوتے تھے۔مہمان نوازی کے طور پر ہر مرتبان کا ڈھکن کھولتے اور چائے کے ساتھ ہر ایک کے آگے کچھ نہ کچھ پیش کر دیتے۔یہ ان کی محبت اور ذاتی بے تکلفی کا ایک خاص اسلوب تھا۔

مجھے ان کے ساتھ کام کرتے ہوئے لمبا عرصہ گذر گیا اور ایسا لگا کہ انہوں نے کوئی نشہ پلا دیا ہو جس کا سرور ابھی تک ختم نہیں ہوا۔وہ دن گیا اس وقت سے لے کر آج تک جماعت کی کسی نہ کسی خدمت سے وابستہ ہوں۔اور دامے درمے سخنے قدمے تاحال خدمت بجالانے کا موقع مل رہا ہے۔

اگر گورنمنٹ لاء کالج کی مسجد سے جوتی چوری نہ ہوتی تو جمعہ کی نماز کے سوا احمدیہ ہال میں نماز ادا کرنے کاہے کو جاتے۔اور نہ ہی جماعت سے وابستگی اور دل بستگی پیدا ہوتی۔جوتی کی چوری جہاں باعث زحمت تھی وہاں باعث رحمت بھی بنی۔یہی ایک نکتہ تھا جس نے مجرم سے محرم کر دیا۔اس قسم کے سینکڑوں دلچسپ واقعات بہتوں کے ساتھ پیش آئے ہوں گے جنہوں نے زندگی کی کایا پلٹ دی ہوگی۔ قانون قدرت کے رنگ نرالے اور عجیب ہوتے ہیں۔اور یہی زندگی ہے جس میں لذت و سرور بھی ہے اور تلچھٹ و کڑواہٹ بھی۔

ایک الہامی دعا

ماہنامہ رسالہ النور ستمبر 2005 کے ٹائیٹل صفحہ پر مندرج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کی الہامی دعا میں ''عَلیٰ'' کا لفظ زائد ہے۔صحیح الہامی دُعا یہ ہے:

''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم.
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ''

ایک زلزلہ زدہ کی عید

صادق باجوہ

عید تقریبِ پُرسعید تو ہے ' کچھ مسرت کی بھی شنید تو ہے
ٹوٹتے دل،شکستہ پا کے لئے ' بامرادی کی کچھ نوید تو ہے

کس طرح اب یہ عید آئی ہے ' دیکھئے ! کیا نوید لائی ہے
ہر گلی کوچہ میں بپا کہرام ' لاشۂ صد شہید لائی ہے

اک مرا بھی کہیں گھرانہ تھا ' سر چھپانے کا آشیانہ تھا
ہے زمیں دوز زلزلے کے بعد ' عمر بھر کا جو اک خزانہ تھا

شہر ویراں کہاں کہاں دیکھوں ' راستے کھو گئے جہاں دیکھوں
اک خموشی ہے موت سی طاری ' ڈھیر کھنڈر کے ہیں جہاں دیکھوں

کچھ دنوں کے وہ بعد آتی ہے ' جس کو تقدیر کھینچ لاتی ہے
چھینا جھپٹی کی نذر ہوتی ہے ' جو بھی امداد پاس آتی ہے

کھلا میداں ہے آسماں سایہ ' لٹ گیا جو بچا تھا سرمایہ
فکر لاحق نہیں رہی اب تو ' بھوک سے سوگئے یا کچھ کھایا

کس طرح یوں گزر بسر جائے ' ہر گھڑی ہے یہی فکر کھائے
اپنے اعمال پر نظر کرلوں ' شاید کچھ عاقبت سنور جائے

مالی قربانی کی اھمیت، فضائل و برکات کا تذکرہ اور وقف جدید کے نئے سال کا اعلان

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا تقویٰ میں ترقی کا باعث بنتا ہے

وقفِ جدید کی وصولی میں پہلے نمبر پر امریکہ، دوسرے پر پاکستان اور تیسرے پر برطانیہ رہا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 7 رجنوری 2005 بمقام بیت بشارت سپین کا خلاصہ

نوٹ:۔ سکیم وقفِ جدید کا اڑتالیسواں سال خدا کے فضل سے تکمیل کے مراحل میں سے گزر رہا ھے۔ذیل میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ بابت وقفِ جدید کا خلاصہ دیا جا رہا ھے۔ احباب سے گزارش ھے کہ حضور انور کے نصائح پر عمل کرتے ہوئے دل کھول کر اس بابرکت سکیم میں حصہ لیتے ہوئے خدا کی رضا کے وارث بنیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(وسیم احمد سید نیشنل سیکرٹری وقفِ جدید)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 7 رجنوری 2005 کو بیت بشارت سپین میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے وقفِ جدید کے 48 ویں سال کا اعلان کرتے ہوئے مالی قربانی کی اہمیت اور فضائل و برکات کا ذکر فرمایا۔ حضور انور کا یہ خطبہ حسب سابق احمدیہ ٹیلی ویژن نے براہ راست ٹیلی کاسٹ کیا۔اور متعدد زبانوں میں اس کا ترجمہ پیش کیا گیا۔

حضور انور نے خطبہ کے آغاز میں سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 266 تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے اموال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے نفوس میں سے بعض کو ثبات دینے کے لئے خرچ کرتے ہیں، ایسے باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو اور اسے تیز بارش پہنچے تو وہ بڑھ چڑھ کر اپنا پھل لائے، اور اگر اسے تیز بارش نہ پہنچے تو شبنم ہی بہت ہو، اور اللہ اس پر جو تم کرتے ہو گہری نظر رکھنے والا ہے۔

حضور انور نے فرمایا آج میں وقفِ جدید کے گزشتہ سال کی مالی قربانی کا جائزہ اور نئے سال کا اعلان کروں گا اور اس کے ساتھ ہی مالی قربانی کا مضمون بھی بیان کروں گا۔ حضور انور نے فرمایا کہ اس آیت کے علاوہ بھی متعدد جگہ اللہ کی راہ

میں مال خرچ کرنے کا ذکر ملتا ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا تقویٰ اور روحانیت میں ترقی کا باعث بنتا ہے۔ جو لوگ چندہ دیتے ہیں ان کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ اس جذبہء قربانی کی وجہ سے تم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ٹھہرو گے۔ حضور انور نے چند احادیث بیان فرمائیں جن میں مالی قربانی کی فضیلت اور آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کا قابل قدر ایثار اور نمونہ بیان ہوا ہے۔

حضور انور نے افریقہ کے بعض مخلصین کی مالی قربانی کا ذکر فرمایا اور اس کے علاوہ احمدی خواتین کی مالی قربانی کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ جو اپنے زیور پیش کر کے اخلاص کا ثبوت دے رہی ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے رفقاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاص اور مالی قربانی کا تذکرہ فرمایا جنہوں نے اس زمانہ میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ اور فرمایا دلوں کی پاکیزگی قربانیوں سے ہی پیدا ہوتی ہے ان کی معمولی قربانیاں اللہ کی نظر میں بہت بڑا درجہ رکھتی ہیں۔

حضور انور نے وقف جدید کے نئے سال کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ وقف جدید کے مخلصین کی تعداد 4 لاکھ 15 ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ تاہم معمولی محنت اور بچوں کی شمولیت کے ساتھ یہ تعداد 10 لاکھ تک پہنچ سکتی ہے۔ حضور انور نے دنیا بھر میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے پہلی دس جماعتوں کا ذکر فرمایا جن میں پہلے نمبر پر امریکہ، دوسرے نمبر پر برطانیہ ہے۔ ان کے بعد جرمنی، کینیڈا، ہندوستان، انڈونیشیا، بیلجیئم، سوئٹزرلینڈ اور آسٹریلیا شامل ہیں۔ حضور انور نے پاکستانی جماعتوں میں یہ پوزیشنز بیان فرمائیں، کراچی، لاہور اور ربوہ۔ حضور انور نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کو جنہوں نے بڑھ چڑھ کر مالی قربانی میں حصہ لیا بے انتہا اجر عطا فرمائے۔

آخر پر حضور نے سپین کے جلسہ میں شامل ہونے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اس جلسہ میں شمولیت آپ لوگوں کے لئے پاک تبدیلی کا باعث ہونا چاہئے۔ ایک دوسرے کو سلام کرنے کو رواج دیں اس ماحول میں پیار اور محبت سے ملیں اور اللہ کے ذکر سے اپنے ماحول کو معطر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو پہلے سے بڑھ کر اخلاص و وفا اور قربانی کے نمونے اور عبادتوں کے معیار قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)